ماهنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جون [illegible]

ایڈیٹر
نصر اللہ خان ناصر



حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب درد

(مضمون اندر کے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی..... کے سفر انگلستان ۱۹۲۴ء کا ایک یادگار فوٹو



بیٹھے ہوئے :۔ حضرت ملک غلام فرید صاحب ۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی ۔

کرسیوں پر :۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ۔ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب ۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں گوہر صاحب ۔

کھڑے ہوئے :۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب ۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب حضرت مولوی محمد الدین صاحب ۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب ۔ محترم عبدالرحمٰن مصری صاحب ۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ۔

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

احسان ۱۳۷۶ ہش

جون ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دارالصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۶

شرح چندہ

پاکستان: ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ: چھ روپے



ادا ریہ

نجات اور دائمی خوشحالی

انسانی زندگی کا مقصد و منتہاء اللہ تعالیٰ کی معرفت و محبت ہے اور قرآن کریم کی رُو سے عبادات وہ بنیادی وسیلہ اور ذریعہ ہیں جس سے حقیقی معرفت و محبت کا حصول ممکن ہے اور اس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا اور اس کے حُسن و جمال سے آگہی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے کامل حُسن اور اس کی اعلیٰ وارفع صفات کا ظہور کائنات سے ہر کہیں نظر آتا ہے۔ اس عالم رنگ و بُو کا ذرہ ذرہ اسی حُسن کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ انسان کی تخلیق میں اسی کا ہاتھ نظر آتا ہے اور پھر ایک کامل انسان تو اس کے کامل حُسن و احسان کا پر تَو ہے۔ اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادات، نام ہے تمام اُن امور کا جو انسان اپنے قلب صافی میں صفاتِ باری تعالیٰ کے نقوش کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کامل اور اس خالق و مالک کے درمیان کوئی غیریت اور دوئی نہیں رہتی۔ وہ مقام فنا کو پاتا ہے اور اس کا سب کچھ رب کریم کا ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا کو ہیچ سمجھتا ہے اور اس کی رضا اور محبت کو مقدم جانتا ہے۔ وہ اپنی سب سے قیمتی متاع بھی اس کی راہ میں دے کر یہ سمجھتا ہے کہ اپنے پاس سے تو کچھ نہ دیا۔ اسی طرح محبت الٰہی کے لئے ادنیٰ ادنیٰ نیکیوں کا خیال رکھتا ہے۔ کیا معلوم وہ کس راہ سے قبول کیا جاوے اور کس راہ سے نجات پائے۔ محبت کی جو کوئی بھی راہ ہو اُسے وہ اختیار کرتا ہے تاکہ دائمی خوشحالی کا مورد بنے۔ اس نجات اور دائمی خوشحالی کی راہ قرآن کریم نے دکھلائی ہے جو ہدایت کا پہلا سر چشمہ ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جلسہ اعظم مذاہب لاہور منعقدہ دسمبر ۱۸۹۶ء میں اپنے مضمون "اسلامی اصول کی فلاسفی" میں نجات اور دائمی خوشحالی کے بارہ میں اپنا نقطہ نظر یوں بیان فرمایا:-

"میں بنی نوع انسان پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت

تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی کو قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں۔ میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑ دیں۔ اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے وہ میل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دور ہو جاتے ہیں وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے۔ خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۲)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ بنی نوع انسان کے لئے امن و سکینت نجات اور دائمی خوش حالی قرآن کریم کی پیروی سے وابستہ ہے اور قرآن کریم ہی وہ اعلیٰ و ارفع کلام ہے جو انسان کی جسمانی ذہنی علمی اخلاقی اور روحانی نشوونما اور لامتناہی ترقیات کے لئے ایک عظیم الشان لائحہ عمل دیتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ کامل قرآن کریم کی عملی تفسیر ہے اور آپ کی اتباع کامل اور پیروی سے ہی محبت الٰہی کی رفعتیں نصیب ہو سکتی ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب کشتی نوح میں فرماتے ہیں:۔

"نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن، اور تمام آدم زادوں کیلئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے۔"

(روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۳-۱۴)

آج ہر ملک و ملت کا انسان امن و سکینت اور دائمی خوشحالی کی تلاش میں ہے۔ فطرت سعیدہ سفلی زندگی سے نجات کے لئے سرگرداں ہے مگر انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے کوئی لائحہ عمل اور قانون کارگر ثابت نہیں ہو رہا۔ پس آج بنی نوع انسان کے لئے امن و سکینت نجات اور دائمی خوشحالی قرآن کریم کی اتباع میں ہے۔ خدا کرے کہ اقوام عالم دین حق کے نور سے اپنے دلوں کو منور کریں۔ اور نجات اور دائمی خوشحالی کی منزل پالیں۔ آمین ؎

حضرت سیدہ بشریٰ مہر آپا حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی وفات

جماعت احمدیہ عالمگیر کے لئے یہ خبر نہایت افسوسناک ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے مقدس خاندان کی "خواتین مبارکہ" میں سے حضرت سیدہ بشریٰ مہر آپا حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود.... مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۹۷ء کو وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

؎ بلانے والا ہے سب سے پیارا ؛ اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

حضرت سیدہ بشریٰ رحمہا اللہ تعالیٰ بنت سید عزیز اللہ شاہ صاحب ۱۹۴۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے عقد مبارک میں آئیں آپ مہر آپا کے نام سے معروف تھیں آپ کو ۲۲ سال تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی... کی رفاقت نصیب ہوئی جس کے دوران کئی سال تک بیماری میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔ آپ نے مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی ساری جائیداد اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۳ مئی ۱۹۹۷ء میں بھی اس کا تذکرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ آپ کی پیش کردہ رقم جرمنی میں تعمیر ہونیوالی ایک صد بیوت کی تعمیر میں استعمال ہو گی۔

حضرت سیدہ موصوفہ کو نمایاں دینی خدمات کی بھی توفیق ملی۔ آپ لجنہ اماء اللہ کے مختلف عہدوں پر کام کرتی رہیں۔ اور لجنہ اماء اللہ مرکزیہ میں نائب صدر کے طور پر ایک عرصہ تک خدمت کی توفیق ملی۔

ادارہ ماہنامہ انصار اللہ حضرت سیدہ ممدوحہ کی وفات پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ خاندان حضرت اقدس مسیح موعود آپ کے بھائی سید نعیم احمد شاہ آپ کی بہن سیدہ ناصرہ بیگم اور جماعت احمدیہ عالمگیر سے تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت سیدہ ممدوحہ کے درجات بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام قرب سے نوازے آمین

امام الکلام

اصل سرچشمۂ نجات! - محبّتِ ذاتی

سیّدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیّہ علیہ السلام فرماتے ہیں :-

” اصل حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبّت ذاتی ہے جو وصال الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ وجہ یہ کہ کوئی محب اپنے محبوب سے جُدا نہیں رہ سکتا اور چونکہ خُدا خود نورُ ہے اس لئے اس کی محبّت سے نورِ نجات پیدا ہو جاتا ہے اور وہ محبّت جو انسان کی فطرت میں ہے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبّتِ ذاتی انسان کی محبّتِ ذاتی میں ایک خارق عادت جوش بخشتی ہے۔ اور دونوں محبتوں کے ملنے سے ایک فنا کی صورت پیدا ہو کر لقا باللہ کا نورُ پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بات کہ دونوں محبتوں کا باہم ملنا ضروری طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہے کہ ایسے انسان کا انجام فنا فی اللہ ہو اور خاکستر کی طرح یہ وجود ہو کر (جو حجاب ہے) سراسر عشق الٰہی میں رُوح غرق ہو جائے۔ اس کی مثال وہ حالت ہے کہ جب انسان پر آسمان سے صاعقہ پڑتی ہے تو اس آگ کی کشش سے انسان کے بدن کی اندرونی آگ یک دفعہ باہر آجاتی ہے تو اس کا نتیجہ جسمانی فنا ہوتا ہے۔ پس دراصل یہ روحانی موت بھی اسی طرح دو قسم کی آگ کو چاہتی ہے۔ ایک آسمانی آگ اور ایک اندرونی آگ اور دونوں کے ملنے سے وہ فنا پیدا ہو جاتی ہے جس کے بغیر سلوک تمام نہیں ہو سکتا۔ یہی فنا وہ چیز ہے جس پر سالکوں کا سلوک ختم ہو جاتا ہے اور جو انسانی مجاہدات کی آخری حد ہے۔ اسی فنا کے بعد فضل اور موہبت کے طور پر مرتبہ لقا کا انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ : ۷) اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ مرتبہ ملا یعنی محض خدا کے فضل سے نہ کسی عمل کا اجر*۔ اور یہ عشق الٰہی کا آخری نتیجہ ہے جس سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔

---

* انسان چونکہ بوجہ اپنی بشریت کی کمزوری کے ایسے اعمال بجا نہیں لا سکتا جن سے بے انتہا اور غیر محدود نعمتوں کا حق ادا ہو جائے اور بغیر حصول ان نعمتوں کے سچی اور حقیقی نجات پا ہی نہیں سکتا اسلئے انسان جب اپنی قوت اور طاقت کی حد تک مجاہدہ اور جب تپ کر لیتا ہے تب عنایت الٰہی اسکی کمزوری پر رحم کر کے محض فضل سے اسکی دستگیری کرتی ہے اور مفت کے طور پر وصال الٰہی کا وہ انعام اس کو دیتی ہے جو پہلے اس سے راستبازوں کو دیا گیا تھا۔ منہ

(روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۶۴-۳۶۵)

کلام الامام

خُدا تعالیٰ سے تعلّق مخلوق سے محبّت کا موجب ہوتا ہے

سیّدنا حضرت المصلح الموعود ...... فرماتے ہیں :-

"....حق یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق مخلوق سے محبت کا موجب ہوتا ہے اور جو لوگ اُس کے اُلٹ خیال کرتے ہیں وہ اس امر کو نہیں دیکھتے کہ مشاہدہ کس امر کی تائید کرتا ہے اگر وہ یہ دیکھتے کہ جن لوگوں نے خدا کو پا کر مخلوق سے محبت کی ہے وہ کس پایہ کے تھے اور جو لوگ مخلوق سے محبت کر کے خدا تعالیٰ کو پانے کے مدعی ہیں وہ اگر پائے جاتے ہیں تو کس پایہ کے ہیں ۔ خدا تعالیٰ کو پا کر مخلوق سے محبت کرنے والوں میں سے حضرت ابراہیم ۔ حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ حضرت کرشن حضرت رامچندر اور حضرت زرتشت ہیں اور میرے نزدیک حضرت بدھ اور حضرت کنفیوشس علیہم السلام بھی اور سب کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں ۔ انہوں نے جس رنگ میں اور جس شان کی بنی نوع انسان اور باقی مخلوق کی خدمت کی ہے اس کی مثال دوسرے لوگوں میں کہاں پائی جاتی ہے؟ کوئی ایک شخص بھی جس نے مخلوق سے محبت کر کے خدا تعالیٰ کو پایا ۔ ان کے مقابل پر پیش نہیں کیا جا سکتا ۔ اور ان کے مقابل پر ٹھہر نہیں سکتا اور حق یہ ہے کہ تاریخ ایسے وجود کو پیش ہی نہیں کرتی جس کا یہ دعویٰ ہو کہ اس نے پہلے مخلوق سے محبت کی ہو اور پھر خدا تعالیٰ کو پایا ۔ لیکن ایسے ہزاروں لاکھوں آدمی دنیا میں گزرے ہیں کہ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کو پایا اور اس کی محبت سے سرشار ہو کر اس کی مخلوق کی محبت کو حاصل کیا ۔ پس جبکہ مشاہدہ اس امر پر شاہد ہے کہ خدا تعالیٰ کو پا کر مخلوق کی محبت کرنے والے تو ہزاروں لاکھوں وجود دنیا میں گزرے ہیں لیکن مخلوق کی محبت کر کے خدا تعالیٰ کو پانے والے کسی ایک وجود کا بھی پتہ نہیں ملتا ۔"

(تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ ۱۳۳ - ۱۳۴)

○

عربی منظوم کلام

وَقَدْ اُعْطِیْتُ عِلْماً بَعْدَ عِلْمٍ ❊ وَكَأْساً بَعْدَ كَأْسٍ مِنْ جَوَادِیْ

اور مَیں علم پر علم دیا گیا ہوں ۔ اور پیالہ پر پیالہ دیا گیا ہوں اپنے سخی خدا کی طرف سے

وَحِبِّیْ كُلَّ حِیْنٍ یَجْتَبِیْنِیْ ❊ وَیُدْنِیْنِیْ وَیُعْطِیْنِیْ مُرَادِیْ

اور میرا محبوب ہر وقت مجھے برگزیدہ کرتا ہے۔ اور اپنے قریب کرتا ہے اور میری مراد مجھے دیتا ہے

فَمَا اَشْقٰی بِلَعْنِ اللَّاعِنِیْنَا ❊ وَصِدْقِیْ سَوْفَ یُذْكَرُ فِی الْبِلَادِ

پس لعنت کرنے والوں کی لعنت سے مَیں بدبخت نہیں ہو سکتا اور میری سچائی کا ضرور ملکوں میں ذکر کیا جائے گا

وَلَسْتُ اَخَافُ مِنْ مَوْتِیْ وَقَتْلِیْ ❊ اِذَا مَا كَانَ مَوْتِیْ فِی الْجِهَادِ

مَیں اپنی موت اور قتل سے نہیں ڈرتا ۔ جب کہ میری موت جہاد میں ہو

وَاٰثَرْنَا الْحَبِیْبَ عَلٰی حَیَاةٍ ❊ وَقُمْنَا لِلشَّهَادَةِ بِالْعَتَادِ

اور ہم نے اپنے محبوب کو اپنی زندگی پر ترجیح دی ہے ۔ اور ہم پوری تیاری سے شہادت (حاصل کرنے) کیلئے کھڑے ہو گئے ہیں۔

وَمَا الْخُسْرَانُ فِیْ مَوْتٍ بِتَقْوٰی ❊ وَخُسْرُ الْمَرْءِ فِیْ سُبُلِ الْفَسَادِ

اور تقویٰ کے ساتھ مرنے میں کوئی خسارہ نہیں ہے ۔ انسان کا خسارہ تو فساد کی راہوں میں ہوتا ہے

وَاِنِّیْ قَدْ خَرَجْتُ اِلٰی ذُكَاءٍ ❊ فَفَارَتْ عَیْنُ نُوْرٍ مِّنْ فُؤَادِیْ

اور بے شک مَیں ایک سورج کی طرف نکل کھڑا ہوا تو میرے دل سے ایک نور کا چشمہ پھوٹ پڑا

بِحَمْدِ اللّٰهِ اِنَّ الْحِبَّ مَعَنَا ❊ وَمَا یَرْمِیْ مَتَاعِیْ بِالْكَسَادِ

الحمد للہ کہ ہمارا محبوب (خدا) ہمارے ساتھ ہے۔ اور وہ میرے سامان کو کساد بازاری کا شکار نہیں ہونے دیگا۔

(روحانی خزائن جلد ۷ ص ۱۲۴)

فارسی منظوم کلام

آں خدا کیں عاجزے را چیدہ است ٭ رحمتش در کوئے ما باریدہ است

وہ خدا جس نے اس عاجز کو منتخب کیا ہے　　اس کی رحمت ہماری گلی میں برسی ہے

مُردم و جاناں پس از مردن رسید ٭ گم شدم آخر رُخے آمد پدید

جب مَیں مر گیا تو مرنے کے بعد میرا معشوق آگیا۔ جب مَیں فنا ہوگیا تو اُس کا چہرہ مجھ پر ظاہر ہوگیا

من ندارم مایۂ کردارہا ! ٭ عشق جوشید و از و شد کارہا

میرے پاس اعمال کا ذخیرہ نہیں۔　　بلکہ عشق کا جوش تھا جس سے یہ سب کام ہو گئے

بہرِ من شد نیستی طورِ خدا ٭ چوں خودی رفت آمد آں نورِ خدا

میرے لئے نیستی ہی خدا کا طُور بن گئی　　جب خودی جاتی رہی تو خدا کا نُور آگیا

رُو بدو کردم کہ رُو آں رُوئے اوست ٭ ہر دلِ فرخندہ مائل سُوئے اوست

مَیں نے اُسی کی طرف اپنا رُخ پھیر لیا کیونکہ دیکھنے کے لائق وہی چہرہ ہے اور ہر مبارک دل اُس کی طرف مائل ہے

در دو عالم مثلِ اُو رُوئے کجاست ٭ جز سرِ کویش دگر کوئے کجاست

دونو جہان میں اس کی طرح کا کوئی چہرہ کہاں ہے؟　　اور اس کے کوچہ کے سوا اور کوئی کوچہ کہاں ہے؟

خلق و عالم جملہ در شور و شر اند ٭ عاشقانش در جہانِ دیگر اند!

مخلوقات اور دُنیا سب شور و شر میں مبتلا ہے　　مگر اُس کے عاشق اور ہی عالم میں ہیں۔

(سراج منیر۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۹۹)

اسوہ حسنہ

آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ سیرت

محبت الٰہی کا ایک اہم زینہ -- انفاق فی سبیل اللہ

ایڈیٹر

(سلسلہ کیلئے دیکھیں شمارہ ماہ مئی ۱۹۹۷ء)

آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ زندگی قرآن کریم کی تعلیمات کی حقیقی تصویر ہے۔ آپؐ نے اپنے افعال و اعمال سے قرآنی تعلیمات کی تفسیر فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب دریافت کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کے اخلاق کیسے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کان خلقہ القران (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ صفحہ ۲۱۲) آپؐ کے اخلاق وہی تھے جن کا قرآن میں ذکر ہے۔ یعنی آپؐ کا عمل اور قرآن کریم کا بیان ایک ہی ہے۔ خلق عظیم پر فائز وہی ذات اقدس ﷺ ہیں جن سے صفات باری تعالیٰ کا ظہور ہوا اور درحقیقت صفات الٰہیہ کا ظہور جب آنحضرت ﷺ سے ہوا تو یہی اخلاق کہلائے۔ آنحضرت ﷺ کی عبادات میں حکمت اور انفاق فی سبیل اللہ کا رنگ انہی صفات باری تعالیٰ کا مظہر تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک اہم زینہ انفاق فی سبیل اللہ ہے یعنی اس کی مخلوق جو عیال اللہ کہلاتی ہے' کے ساتھ محبت اور ہمدردی کا سلوک کیا جائے۔ تو یہ عمل یقیناً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ٹھہرتا ہے۔ عام دنیا کا بھی یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی کے بچے کو پیار کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اس کی تکلیف رفع کر کے آرام پہنچایا جائے تو بچے کے والدین ایسا سلوک کرنے والے شخص سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں اور اسے عزت دیتے ہیں۔ تو پھر کیسے ممکن ہے کہ رب کریم جو سب سے بڑھ کر رحم و کرم کرنے والا ہے وہ اپنے بندے پر رحم نہ فرمائے

اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی - اور مخلوق سے ہمدردی:-

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے دکھ درد کو دور کرنے کو ایک نیکی ہی قرار نہیں دیا بلکہ اسے اپنی خوشنودی کا موجب قرار دیا ہے۔ انفاق کے بارہ میں ایک سوال پر اللہ تعالیٰ فرماتا

ہے۔

"یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآاَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ" (البقرہ آیت ۲۱۶)

وہ تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو کہہ دے کہ جو اچھا مال بھی تم دو وہ تمہارے ماں باپ قریبی رشتہ داروں، یتیموں مسکینوں اور مسافر کا حق ہے اور جو نیک کام بھی تم کرو اللہ اسے یقیناً اچھی طرح جانتا ہے۔ یہاں مسائل کا مکمل جواب آگیا کہ جو کچھ بھی اچھے مال سے خرچ کرو۔ اول خرچ کرنے کی کوئی حد بندی نہیں جتنے کی توفیق ہو اتنا خرچ کرو۔ دوم:۔ یہ کہ اس امر کا لحاظ رکھو کہ جو خرچ کرو وہ طیب مال ہو خدا تعالیٰ ایسے مال کو قبول کرتا ہے جو حلال کمائی سے ہو۔ سوم:۔ یہ کہ صرف حلال ہی نہیں بلکہ طیب دینا ہے یعنی جس مال کو قبول کرنا اس شخص پر گراں نہ گزرے جس کو مال دیا جائے۔ خیر کے مال طیب اموال اور بہترین شئے کے ہیں نیز طیب ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو۔ مفردات راغب میں ہے۔ لَایُقَالُ لِلْمَالِ خَیْرٌ حَتّٰی یَکُوْنَ کَثِیْرًا وَمِنْ مَکَانٍ طَیِّبٍ یعنی مال کو خیر اسی صورت میں کہیں گے جب کہ وہ زیادہ ہو اور پاک ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو۔ اس طرح انفاق اموال میں تقویٰ بنیاد ہے۔ صدقہ و خیرات طیب اموال سے اسی صورت میں ہوگی جب اس میں ناجائز اور حرام کمائی کی ذرا سی ملونی اور گندگی نہ پائی جاتی ہو۔ پھر مزید سوال کا جواب تفصیلا دیا کہ جب خرچ کرو تو کہاں کہاں کرو۔ صحیح جگہ خرچ کرنے کی نشان دہی کی اور مستحقین کی تفصیل بیان کی۔ استحقاق اور ضرورت کے پیش نظر والدین، رشتہ دار، یتیم، مسکین اور مسافر کا ذکر کیا گیا۔

رشتہ داروں، مساکین اور غرباء کا حق:۔

قرآن کریم نے رشتہ داروں مساکین اور غرباء کیلئے حسب ضرورت اموال دینے کو ان کا حق قرار دیا ہے۔

چنانچہ فرمایا۔

"وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا" (بنی اسرائیل:۲۸) یعنی رشتہ داروں اور مساکین اور مسافروں کو ان کا حق دو اور کسی رنگ میں اسراف نہ کرو۔ یعنی رشتہ دار بہن بھائی عم زاد اور دیگر اہل خاندان اپنی بلاواسطہ یا بالواسطہ مدد اور تعاون، نیک تمناؤں، خواہشات اور دعاؤں سے کاروبار میں اور اموال کے کمانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں جب کہ وہ خود بسا اوقات محروم ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان اموال میں حق رکھتے ہیں۔ مساکین اور مسافر بھی کسی کے کاروبار کی ترقی اور حصول اموال میں کسی نہ کسی رنگ میں معین و مددگار ثابت ہوتے ہیں اور ان اموال میں حصہ رکھتے ہیں۔ جسے حق ادا کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مسکین کی تعریف:۔

مسکین عام طور پر نہیں پہچانا جاتا اسے بصیرت اور تقویٰ کی آنکھ دیکھتی ہے۔ ظاہری طور پر ان کی سفید پوشی اور باوقار رہن سہن اور استغنا سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کھاتے پیتے ہیں۔ دنیا داری کے امور سے ہٹ کر یا اپنے خاص فرائض کا نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ سائل بھی نہیں ہوتے۔ مگر وہ محروم ضرور ہوتے ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں جو امیروں کے اموال میں حق رکھتے ہیں اور امراء کو صرف احساس دلایا گیا ہے کہ ایسے محروموں کا بھی حق ہے۔ کیونکہ وہ قرآن کریم کے مطابق لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا (بقرہ:۲۷۲) لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین کی تعریف میں فرمایا کہ مسکین وہ نہیں جسے ایک دو کھجوریں یا ایک لقمہ یا دو لقمے دے دیں فرمایا اِنَّمَا الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَتَعَفَّفُ یعنی مسکین وہ ہے جو سوال ہی نہیں کرتا۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے۔

"لَیْسَ الْمِسْکِیْنُ الَّذِیْ یَطُوْفُ عَلَی النَّاسِ.....وَلٰکِنَّ الْمِسْکِیْنَ الَّذِیْ لَا یَجِدُ غِنًی یُغْنِیْهِ وَلَا یُفْطَنُ بِهٖ فَیُتَصَدَّقَ عَلَیْهِ وَلَا یَقُوْمُ فَیَسْئَلُ النَّاسَ"

(بخاری جلد اول کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ عزوجل لا یسئلون الناس الحافا)

یعنی مسکین وہ نہیں جو لوگوں سے گھوم پھر کر مانگتا پھرتا ہے کہ اسے ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں مل جاتی ہیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس کوئی مال نہ ہو اور نہ لوگوں کو اس کے بارہ میں معلوم ہو کہ وہ اسے صدقہ دیں اور نہ ہی وہ لوگوں سے سوال کر کے اپنی حاجت روائی کرے۔ ایسے افراد مستحق ہیں اور حقدار بھی کہ ان پر اموال خرچ کئے جائیں۔ قرآن کریم میں ایسے احکامات کثرت سے ہیں کہ انسان اپنی تمام صلاحیتوں اور اپنے اموال سے مخلوق خدا کی خدمت کرے۔ خصوصاً بنی نوع انسان سے حسن سلوک کرے۔ اقرباء غرباء مساکین یتامیٰ کی خبر گیری کرے۔ غرباء اور کمزوروں کو اٹھائے ان کا احساس محرومی دور کرے اور ان میں عزت نفس قائم کرے۔ ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا یہ پہلو بڑا نمایاں تھا اور آپؐ کی رحمت و شفقت ہر موقعہ و محل پر نمایاں نظر آتی ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک و تحریص:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسہٗ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا شوق رکھتے تھے اور اس پر اس قدر عمل تھا کہ آپؐ کے پاس کبھی بھی اموال جمع نہ ہوئے۔ آپؐ نے صحابہ کرام کو بھی یہی طرز عمل اپنانے کی تحریک فرمائی اور اسے بڑے اجر و ثواب کا موجب قرار دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ یَوْمٍ یُصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْهِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُهُمَا۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ

مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا (بخاری کتاب الزکوۃ)

ہر صبح دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس کے نقش قدم پر چلنے والے اور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے اے اللہ! روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاکت دے اور اس کا مال و متاع تلف کر دے۔

(۲)۔ قرآن کریم نے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے کے اجر کی تشبیہ ایک دانہ سے سات بالیاں اور ہر بالی کے خوشے سے سو سو دانے سے دی ہے۔ اسی مفہوم کی ایک حدیث حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَ لَهٗ سَبْعُمِائَةِ ضِعْفٍ

(ترمذی باب فضل النفقہ فی سبیل اللہ)

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں کچھ خرچ کرتا ہے اسے اس کے بدلہ میں سات سو گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔

(۳)۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خرچ کرنے کو بڑے اجر کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے فرمایا:۔

اَنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا اُجِرْتَ عَلَيْهَا حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فَمِ امْرَاَتِكَ (بخاری کتاب الایمان باب انما الاعمال بالنیہ)

یعنی خدا کی خاطر جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں ملے گا یہاں تک کہ اگر اس نیت سے اپنی بیوی کے منہ میں بھی ایک لقمہ ڈالو گے تو اس کا اجر بھی ملے گا۔

محبوب ترین چیز خرچ کرنا حقیقی نیکی کا موجب ہے:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، مدینہ کے انصار میں سب سے زیادہ مالدار تھے۔ ان کے کھجوروں کے باغات تھے جن میں سب سے زیادہ عمدہ باغ بیرحا نامی تھا جو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بہت پسند تھا۔ اور مسجد نبویؐ کے سامنے بالکل قریب تھا۔ آنحضرت ﷺ بالعموم اس باغ میں جاتے اور اس کا میٹھا اور عمدہ پانی پیتے جب یہ آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ نازل ہوئی (یعنی تم ہرگز حقیقی نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی محبوب اور پیاری چیز خرچ نہ کرو) تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ پر اس مضمون کی آیت نازل ہوئی ہے اور میری سب سے پیاری جائیداد بیرحا کا باغ ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اللہ

میری اس نیکی کو قبول کرے گا اور میری آخرت کے ذخیرہ میں شامل کرے گا۔ حضور ﷺ اپنی مرضی کے مطابق اس کو اپنے مصرف میں لائیں اس پر آنحضرت ﷺ کے مبارک الفاظ یہ تھے۔

بَخٍ! ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ذٰلِكَ مَالٌ رَابِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَاقُلْتَ وَاِنِّی اَرٰی اَنْ تَجْعَلَهَا فِی الْاَقْرَبِیْنَ (بخاری کتاب التفسیر باب لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون)

فرمایا۔ واہ واہ بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ مال ہے' بڑا نفع مند ہے اور جو تونے کہا ہے وہ بھی میں نے سن لیا ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔ روایت میں ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے قریبی رشتہ داروں اور عم زادوں میں تقسیم کردیا۔

سخاوت کرنے والے کیلئے خوشخبری:۔

سخاوت کرنے والا انسان خدا کی نگاہ میں پسندیدہ اور لوگوں کی محبت کا مورد بنتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی قَرِیْبٌ مِنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِیْدٌ مِنَ النَّارِ وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی بَعِیْدٌ مِنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِیْبٌ مِنَ النَّارِ وَالْجَاهِلُ السَّخِیُّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی مِنَ الْعَابِدِ الْبَخِیْلِ

(قشیریہ الجود والسخا صفحہ ۱۲۲)

یعنی سخی اللہ کے قریب ہوتا ہے' لوگوں سے قریب ہوتا ہے' جنت کے قریب ہوتا اور دوزخ سے دور ہوتا ہے۔ جب کہ بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا ہے' لوگوں سے دور ہوتا ہے' جنت سے دور ہوتا ہے لیکن دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔ ایک ان پڑھ سخی بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے معمولی صدقہ کو بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ چنانچہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ" (بخاری کتاب الزکوۃ)

یعنی آگ سے بچو خواہ کھجور کے کچھ حصہ کا صدقہ خرچ کرنے ہو۔

آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ:۔

آنحضرت ﷺ کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ و خیرات کا عجیب رنگ تھا۔ آپؐ کے پاس بہت اموال آتے مگر آپؐ انہیں بے دریغ خرچ کرتے۔ رمضان کے مہینہ میں تو یوں لگتا تھا کہ صدقہ و خیرات کی باد صبا بارش سے لدی ہوئی چل رہی ہے۔

آپ ؐ کے اسوہ مبارکہ میں بہت سارے واقعات ایسے ہیں جو آپ کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے ذوق و شوق کو ظاہر کرتے ہیں۔

(۱)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا کہ کچھ عطا فرمادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت دینے کیلئے میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن میری طرف سے اپنی ضرورت کی چیز ادھار خرید لو یہ تیرا مجھ قرض رہا جب کوئی مال میرے پاس آئے گا تو میں ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ؐ اسے دے چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہ ذمہ داری آپ ؐ پر نہیں ڈالی جو آپ ؐ کے بس میں نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی اس بات کو ناپسند فرمایا۔ اتنے میں ایک انصاری کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوب خرچ کریں اور عرش والے خدا کے بارہ میں یہ کبھی نہ سوچیں کہ وہ آپ ؐ کا ہاتھ تنگ رکھے گا۔ آپ ؐ کی خوشی کی کیفیت کو راوی یوں بیان کرتے ہیں

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ عَرَفَ الْبِشْرَ فِی وَجْھِہٖ لِقَوْلِ الْاَنْصَارِیِّ ثُمَّ قَالَ بِھٰذَا اُمِرْتُ

(شمائل الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک انصاری کے قول سے خوشی سے کھل گیا اور مسکرا کر فرمایا کہ مجھے اسی انداز فکر کا حکم دیا گیا ہے۔

(۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے ایک شخص سواری پر آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا بڑا ضرورت مند نظر آتا تھا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَا ظَھْرَ لَہٗ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَا زَادَ لَہٗ فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ وَمَا ذَکَرَ حَتّٰی رَاَیْنَا

اَنَّہٗ لَا حَقَّ لِاَحَدٍ مِّنَّا فِیْ فَضْلٍ (مسلم کتاب اللقطہ باب استحباب المواساۃ)

یعنی جس کے پاس زائد سواری ہو اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں جس کے پاس زائد خوراک ہے وہ اسے دے دے جس کے پاس کوئی زاد راہ نہیں۔ آپ نے اسی طرح مال کی مختلف اقسام کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ شاید ضرورت سے زیادہ اموال میں کسی کا کوئی ذاتی حق ہی نہیں اور اسے چاہئے کہ وہ اس زائد مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر ہمیشہ تیار رہے۔

(۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت کے مطابق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ تو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہوا اسے اندوختہ آخرت قرار دیا۔ آپ فرماتی ہیں۔

"اَنَّھُمْ ذَبَحُوْا شَاۃً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَابَقِیَ مِنْھَا اِلَّا کَتِفُھَا قَالَ بَقِیَ کُلُّھَا غَیْرَ کَتِفِھَا (ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ الترغیب والترہیب)

یعنی آپؐ نے ایک بکری ذبح کروائی (اور اس کا گوشت غرباء میں تقسیم کیا اور کچھ گھر میں کھانے کیلئے رکھ لیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کس قدر گوشت بچ گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا دستی بچی ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارا گوشت بچ گیا ہے سوائے اس دستی کے۔ یعنی جس قدر تقسیم کیا گیا وہ ثواب ملنے کی وجہ سے بچ گیا ہے اور جو بچا کر خود کھانے کیلئے رکھا ہو چونکہ اس کا ثواب نہیں ملے گا اس لئے حقیقت میں وہ نہیں بچا۔ اسی طرح ایک اور واقعہ ہے کہ سرشام کوئی سوالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کچھ مانگا آپؐ نے گھر میں معلوم کیا تو ایک درہم موجود تھا۔ آپؐ نے وہ درہم لاکر سوالی کو دے دیا۔

(۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت مند کی ضرورت پورا کرنے کو اللہ تعالیٰ کی رضا و محبت کا موجب قرار دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی ضرورت کو پورا کرنا گویا اللہ تعالیٰ کی ضرورت کو پورا کرنا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اَعُوْدُکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ مَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ

تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِيْ عِنْدَهُ يَا بْنَ اٰدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ- يَا ابْنَ اٰدَمَ اسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ اَمَا اَنَّكَ لَوْ اِسْتَسْقَيْتَهُ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ

(مسلم کتاب البر والصلہ والاداب فی فضل عیادہ المریض)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا تو نے میری خبر نہ لی وہ کہے گا اے میرے رب! میں تیری کیونکر خبر لیتا تو تو رب ہے سارے جہان کا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ کو معلوم نہیں میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اس کی خبر نہ لی اگر تو اس کی خبر لیتا تو مجھ کو اس کے نزدیک پاتا۔ اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے مجھے کھانا نہ دیا وہ کہے گا اے پروردگار میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا تو تو سارے جہان کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے اس کو نہ کھلایا۔ اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کا ثواب میرے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھ کو پانی نہ پلایا بندہ کہے گا میں تجھے کیونکر پلاتا تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تو نے اس کو نہیں پلایا اگر اس کو پلاتا تو اس کا اجر میرے پاس پاتا۔

اس حدیث سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں سے حسن سلوک' ان کی خبر گیری اور ضرورت کو پورا کرنے کی کتنی اہمیت ہے۔ ان کی خبر گیری کو خدا تعالیٰ نے اپنی خبر گیری قرار دیا اور اس کا اپنے پاس اجر و ثواب رکھا ہے۔ نیکی کی اس ترغیب سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اموال کے خرچ کرنے کا جو شوق حضور اقدس ﷺ کے دل میں موجزن تھا اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جس طور پر مخلوق خدا کی ہمدردی اور بنی نوع انسان کے لئے خرچ کرنے کی ہدایات دی ہیں اس کا ذکر قرآن کریم میں بڑی صراحت سے کیا گیا ہے۔ تزکیہ اموال اور انفاق فی سبیل اللہ کا جو منشور آپ نے پیش فرمایا اس کا بنیادی مقصد ہر قسم کے دکھ اور تکلیف سے مبرا خوشحال تمدن اور معاشرہ قائم ہوا جیسا کہ اس کا نقشہ قرآن کریم میں پیش کیا گیا ہے۔

"اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى- وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى"

(طٰہٰ: ۱۱۹-۱۲۰)

یعنی ہم نے تمہارے لئے (ایسی) جنت میں رکھے جانے کا فیصلہ کیا ہے تم اس میں بھوکے نہیں رہو گے نہ تم اس میں

(باقی صفحہ ۳۹ پر)

نعت خیر البشر

کلام حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم

السّلام ! اَے ہادیٔ راہِ ھدیٰ جانِ جہاں
وَالصّلوٰۃ اَے خیرِ مطلق اَے شہِ کون و مکاں

تیرے ملنے سے ملا ہم کو وہ "مقصودِ حیات"
تجھ کو پاکر ہم نے پایا" کامِ دل" آرامِ جاں

آپ چل کر تُو نے دکھلادی رہِ وصلِ حبیب
تُو نے بتلایا کہ یوں ملتا ہے یار بے نشاں

ہے کشادہ آپ کا بابِ سخا سب کے لئے
زیرِ احساں کیوں نہ ہوں پھر مرد و زن پیر و جواں

تِشنہ رُوحیں ہوگئیں سیراب تیرے فیض سے
علم و عرفانِ خُداوندی کے بحرِ بیکراں

ایک ہی زینہ ہے اَب بامِ مرادِ وصل کا

بے ملے تیرے ملے ممکن نہیں وہ دل ستاں

تو وہ آئینہ ہے جس نے منہ دکھایا یار کا

جسمِ خاکی کو عطا کی رُوح اے جانِ جہاں

تا قیامت جو رہے تازہ تِری تعلیم ہے

تو ہے روحانی مریضوں کا طبیبِ جاوداں

ہے یہی ماہِ مُبیں جس پر زوال آتا نہیں

ہے یہی گلشن جسے چھوتی نہیں بادِ خزاں

"کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبّت سے نہیں"

خوب فرمایا یہ نکتہ مہدی آخر زماں

یہ دُعا ہے میرا دل ہو اور تیرا پیار ہو

میرا سَر ہو اور تیرا پاک سنگِ آستان

(الفضل ۲۵ راکتوبر ۱۹۳۰ء)

مبارک وہ جو اب ایمان لایا

حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب.......

ایک مخلص باوفا خادم سلسلہ احمدیہ

"اس (رحیم بخش المعروف مولانا عبدالرحیم درد صاحب۔ ناقل) کے متعلق مجھے ذرا بھی فکر نہیں کیونکہ اس کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت دعائیں کی ہیں۔"

آپ کا خاندان اور مولد و مسکن:۔ یکے از ۳۱۳ رفقاء بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب...... کے گھرانہ میں جنم لینے والا فرزند "رحیم بخش" آسمان احمدیت کا ایک درخشندہ ستارہ۔ سراپا اخلاص و وفا مولانا عبدالرحیم درد کے طور پر ہر کس و ناکس میں معروف ہوا۔ ابتداء سے تادم آخر نہایت نمایاں طور پر خدمات سلسلہ کی توفیق پائی۔

حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب...... لدھیانہ میں پیدا ہوئے آپ کی ولادت ۱۸۹۴ء کی ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب...... سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کے عشاق میں سے تھے۔ پیکر اخلاص حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب...... (سرخ چھینٹوں کے آسمانی نشان کے عینی شاہد) آپ کے پھوپھا اور خسر تھے۔ حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب...... ۱۸۹۱ء میں اس مباحثہ میں موجود تھے جو لدھیانہ میں حضرت اقدس اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مابین ہوا۔ سیدنا حضرت اقدس نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب......کی موجودگی کا ذکر فرمایا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۸۹۲ء میں دوبارہ لدھیانہ تشریف لائے تو حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب...... نے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی۔ جس پر ان کے والد صاحب نے سخت تکالیف دینا شروع کی۔ انہیں اتنا مارتے کہ وہ بعض اوقات بے ہوش ہو جاتے مگر کبھی اف تک نہ کی اور بدستور بڑی سعادت سے والد صاحب کی خدمت

میں مصروف رہتے۔ گالیاں سنتے مگر حق کی آواز پہنچاتے۔ آخر حضرت اقدس کی دعاؤں سے طبیعت میں نرمی پیدا ہوئی اور مخالفت ترک کر دی۔ حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب...... کی ہمشیرہ سے حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب...... کی شادی ہوئی۔ یہ رشتہ خود حضرت اقدس نے تجویز فرمایا۔

حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب...... اپنے والد صاحب کی اولاد تین بیٹوں اور دو بیٹوں میں سب سے بڑے تھے آپ کی ولادت کے موقعہ پر آپ کا نام رحیم بخش رکھا گیا بعد میں سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی "المصلح الموعود"...... نے آپ کا نام عبدالرحیم رکھا اور درد تخلص عطا کیا۔ چونکہ آپ کی ولادت سے دو سال قبل ۱۸۹۲ء میں آپ کے والد ماجد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی اس طرح آپ پیدائشی احمدی تھے۔

تعلیم:۔ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب...... نے ابتدائی تعلیم لدھیانہ میں حاصل کی۔ آپ ایک ذہین طالبعلم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے کھلاڑی بھی تھے۔ آپ کی یادداشت نہایت عمدہ تھی۔ اپنی تصنیف "والد صاحب" میں آپ نے لکھا ہے کہ آپ پہلی مرتبہ ۱۸۹۹ء میں اپنے والد صاحب کے ہمراہ قادیان آئے تھے جو آپ کو اچھی طرح یاد ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ساڑھے چار سال تھی۔ بچپن میں آپ کی صحت کمزور تھی مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کی برکت سے آپ تندرست ہو گئے۔ حضرت منشی برکت علی صاحب نے ماسٹر قادر بخش صاحب...... کی وفات پر ایک مضمون تحریر فرمایا اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ کے خلف الرشید مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے جو آج کل حضرت خلیفہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پرائیویٹ سیکرٹری ہیں نویں دسویں جماعت میں پڑھتے تھے کہ آپ ان کے متعلق بڑے وثوق اور اطمینان قلبی سے فرمایا کرتے تھے کہ اس کے متعلق تو مجھے ذرا بھی فکر نہیں کیونکہ اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاص طور پر دعائیں کی ہیں"۔ (الفضل ۲۳ مئی ۱۹۲۴ء)

تاریخ احمدیت جلد پنجم میں مورخ احمدیت رقمطراز ہیں:۔

"۱۹۱۴ء میں آپ نے لاہور سے بی اے کا امتحان دیا۔ لاہور میں آپ کو احمدیہ ہوسٹل میں بھی رہنے کا موقع ملا۔ احمدیہ ہوسٹل لاہور ایک عرصہ تک احمدی نوجوانوں کے لئے دینی اور علمی مرکز تھا۔ یہ وہ مرکز تھا جہاں سے حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب......، حضرت ملک غلام فرید صاحب، حضرت ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم، حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب......، حضرت شیخ بشیر احمد صاحب، حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب اور حضرت مرزا عبدالحق صاحب جیسے وجود پیدا ہوئے۔ سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی جب کبھی لاہور تشریف لے جاتے تو احمدیہ ہوسٹل میں ہی

قیام فرماتے تا کہ طلباء کی دینی تربیت ہو سکے۔ اسی طرح حضرت مولانا غلام رسول صاحب...... راجیکی وہاں درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیا کرتے تھے۔ (تاریخ احمدیت: جلد پنجم: صفحہ ۲۰۳)

آپ کی شادیاں:۔

مولانا عبدالرحیم درد صاحب بی اے کرنے کے بعد مشن سکول ہوشیار پور میں ملازم ہوئے۔ ۱۹۱۶ء میں آپ نے ایم اے (عربی) اسلامیہ کالج لاہور سے پاس کیا۔ پھر ۱۹۱۹ء میں آپ مقابلہ کے امتحان میں شریک ہوئے اور کامیاب ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں آپ کی پہلی شادی سارہ بیگم صاحبہ بنت میاں محمد اسماعیل صاحب مالیر کوٹلوی سے ہوئی۔ حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... نے قادیان میں آپ کے نکاح کا اعلان فرمایا۔ آپ کی دوسری شادی مریم بیگم صاحبہ بنت حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب...... سے ۱۹۱۷ء میں ہوئی۔ یہ نکاح بھی حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے ہی پڑھا۔ ("والد صاحب": صفحہ ۴۷)

وقف زندگی اور قادیان میں مستقل قیام اور ابتدائی خدمات:۔

حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب ۱۹۱۹ء میں زندگی وقف کر کے مستقل طور پر قادیان میں رہائش پذیر ہو گئے۔ قادیان آتے ہی حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... نے آپ کو اس کمیٹی کا رکن مقرر فرمایا جو آپ نے جماعت کی بڑھتی ہوئی تبلیغی ضروریات کیلئے مدرسہ احمدیہ کو ترقی دیکر اسے ایک عربی کالج تک پہنچانے کیلئے تشکیل دی۔ اس کمیٹی نے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے ایک سکیم تیار کی۔ (تاریخ احمدیت: جلد نمبر ۶: صفحہ ۲۴)

۱۹۲۰ء میں حضرت درد صاحب کو افسر ڈاک مقرر کر دیا گیا بعد ازاں اسی محکمہ کو درد صاحب کے زمانہ میں ہی پرائیویٹ سیکرٹری کا نام دے دیا گیا۔ آپ ۱۹۲۴ء تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔ (تاریخ احمدیت: جلد ۵: صفحہ ۱۴۸)

بعد میں ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۳ء کے عرصہ میں بھی آپ کو بطور پرائیویٹ سیکرٹری خدمات بجالانے کا موقعہ ملا۔

حضرت خلیفہ المسیح الثانی کی معیت میں سفر انگلستان:۔

۱۹۲۴ء میں انگلستان میں وہاں کے بعض معززین کی تجویز پر مذاہب کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جو **ویمبلے کانفرنس** کہلاتی ہے۔ حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... نے اس کانفرنس میں پڑھے جانے کیلئے فوری طور پر ایک مضمون تحریر کرنا شروع کیا۔ نیز آپ نے یہ مشورہ طلب فرمایا کہ اس موقع پر جماعت کی نمائندگی میں کون شخص لنڈن جائے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے تجویز

پیش کی کہ یہ ایک خاص موقع ہے اگر حضور خود تشریف لے جائیں تو مناسب ہوگا۔ بیرونی جماعتوں کی رائے حاصل کرنے کے بعد یہی طے پایا کہ حضور مع اپنے چند خدام کے انگلستان تشریف لے جائیں۔ چنانچہ جن احباب کو اس سفر میں حضور کی معیت کا شرف حاصل ہوا ان میں حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب بھی شامل تھے۔ ۲۔ اگست ۱۹۲۴ء کو اس مبارک قافلہ نے انگلستان کی سرزمین پر قدم رکھا۔ درد صاحب کی مسودہ کو ٹائپ کروانے اور اصل متن سے مقابلے کی ذمہ داری تھی۔
(تفصیل کیلئے دیکھیں: تاریخ احمدیت: جلد۵: صفحہ ۳۹۲ تا ۳۹۵)

اس سفر کے دوران ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء کو سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... نے "بیت فضل" لنڈن کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس موقعہ پر منعقد ہونے والی تقریب میں مولانا درد صاحب نے ایک مختصر تقریر میں مہانوں کا خیر مقدم کیا۔ "بیت" کا سنگ بنیاد رکھنے کے بعد حضور مع اپنے رفقاء کے نومبر میں واپس تشریف لے آئے۔ حضور نے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر کی جگہ مولانا عبدالرحیم درد صاحب کو لنڈن مشن کا انچارج مقرر فرمایا اور مکرم ملک غلام فرید صاحب کو نائب مقرر فرمایا۔ آپ کے لنڈن مشن کا انچارج مقرر ہونے کے ساتھ ہی رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان کی بجائے لنڈن سے شائع ہونے لگا۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں: تاریخ بیت فضل لنڈن: مصنفہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب)

اسی طرح حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب کی ادارت میں لنڈن سے ایک ہفت روزہ اخبار "مسلم ٹائمز" بھی شائع ہوتا رہا۔ (الفضل ۲۸ دسمبر ۱۹۳۹ء)

آپ کے قیام کے دوران ہی "بیت" فضل لنڈن کی تعمیر مکمل ہوئی اور اس کا افتتاح سر عبدالقادر کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب "بیت" فضل لنڈن کے پہلے امام مقرر ہوئے۔ قیام لنڈن کے دوران ہی آپ تبلیغی اغراض سے یورپ کے بعض اور ملکوں میں بھی دورہ پر تشریف لے گئے۔ ان ممالک میں جرمنی اور البانیہ وغیرہ شامل ہیں۔ ۲۲ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو آپ انگلستان میں چار سال تک فرائض سرانجام دینے کے بعد واپس تشریف لائے۔ واپسی پر آپ نے ترکی، شام اور عراق میں بھی مختصر قیام کیا اور پیغام حق پہنچایا۔ سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... حضرت درد صاحب کے استقبال کے لئے دوسرے احباب کے ہمراہ قادیان سے قریباً تین میل باہر بٹالہ کی سڑک پر تشریف لے گئے اور معانقہ فرمایا۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور حضرت درد صاحب کی خدمات:۔

وادی کشمیر کی مسلم اکثریت ۱۹۳۰ء کی دھائی میں ڈوگرہ راج کے شدید مظالم کا شکار تھی۔ سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... کشمیری مسلمانوں کی حالت سے خوب باخبر تھے اور آپ کا دل ان مظلوموں کیلئے بہت درد محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ

آپ نے ان کے حقوق کی خاطر جدوجہد شروع کی۔ ۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو جب سری نگر میں مظلوم مسلمانوں پر گولی چلائی گئی تو حضور نے وائسرائے ہند کو ریاست کشمیر کی حکومت کے طرز عمل کے خلاف ایک احتجاجی تار بھجوایا۔ نیز ہندوستان کے بعض مسلمان رہنماؤں کو بذریعہ تار دعوت دی کہ وہ ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں جمع ہو کر کشمیر کے معاملہ پر غور کریں۔ چنانچہ شملہ میں یہ اجلاس منعقد ہوا اس میں حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے۔ آپ نے یہ عہدہ ڈاکٹر سر محمد اقبال، خواجہ حسن نظامی اور دیگر اکابرین کے اصرار پر قبول کیا۔ نیز سب حاضرین کی رضامندی سے مولانا عبدالرحیم درد صاحب کو اس کمیٹی کا سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ اراکین میں خواجہ حسن نظامی، ڈاکٹر سر محمد اقبال، سر میاں فضل حسین، سر ذوالفقار علی خان، مولانا اسماعیل غزنوی وغیرہ شامل تھے۔ حضرت مولانا درد صاحب نے سیکرٹری کمیٹی کی حیثیت سے مسلمانان کشمیر کی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے قیام کے بعد سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... نے چند روز شملہ میں ہی قیام فرمایا اور مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے حضور کی ہدایت کے ماتحت اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کیں۔ پولیٹیکل سیکرٹری سے جب حضرت درد صاحب ملے تو وہ اس ملاقات سے اتنا متاثر ہوا کہ صدر کمیٹی یعنی سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... سے ملاقات کیلئے خود آیا اور تفصیل سے تمام معاملات پر تبادلہ خیال کیا۔

(کشمیر کی کہانی: از: چوہدری ظہور احمد صاحب: صفحہ ۶۸)

۱۴۔ اگست ۱۹۳۱ء کو کشمیر ڈے منانے کا اعلان کیا گیا تو حضرت مولانا درد صاحب نے مختصر وقت میں ایک رسالہ تیار کر کے خاص اس دن کیلئے شائع کیا۔ خود کشمیری رہنماؤں کو اس امر کا بخوبی احساس تھا کہ جماعت احمدیہ گراں قدر خدمات بجالا رہی ہے۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں مسلمان لیڈر شیخ محمد عبداللہ نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ وہ اپنے نمائندگان کو کشمیر بھجوائیں تاکہ وہ مہاراجہ سے ملاقات کریں۔ چنانچہ حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... نے درد صاحب کو کشمیر بھجوایا۔ اسی طرح آپ نے جنوری ۱۹۳۲ء میں مولانا درد صاحب کی سرکردگی میں ایک وفد جموں بھجوایا تاکہ وہ کشمیر کے وزیر اعظم اور دیگر اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کر کے ریاستی حکام کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ رعایا سے انصاف کریں۔

جولائی ۱۹۳۲ء میں جب شیخ عبداللہ لاہور آئے تو صدر کشمیر کمیٹی سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... سے ملکر یہ فیصلہ ہوا کہ سری نگر میں ایک آل جموں کشمیر مسلم پولیٹیکل کانفرنس منعقد کی جائے۔ شیخ محمد عبداللہ نے حضور سے درخواست کی کہ انہیں اتنے بڑے اجتماع کا تجربہ نہیں ہے اس لئے محترم درد صاحب کو جملہ انتظامات کی نگرانی کیلئے بھجوا دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے درد صاحب کو کانفرنس سے کئی روز پہلے سری نگر بھجوایا۔ حضرت درد صاحب نے کانفرنس کے انتظامات کے علاوہ اس دوران مسلم کانفرنس کے مالی امور کو باقاعدہ اور منظم بنانے کیلئے ہدایات دیں۔ یکم فروری ۱۹۳۲ء کو لاہور میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا ایک فوری اجلاس ہوا اور اس میں درد صاحب کی خدمات کے اعتراف میں ایک قرارداد منظور کی گئی۔ (کشمیر

کی کہانی: از: چوہدری ظہور احمد صاحب: صفحہ ۲۳۲)

سیدنا حضرت خلیفہ المسیح الثانی..... کی قیادت میں آپ کے مخلص خدام نے جس محنت و جانفشانی سے مظلوم کشمیروں کے حقوق کیلئے جدوجہد کی تھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے حضور کے نام ایک مکتوب میں لکھا:۔

"نہ میری زبان میں طاقت ہے اور نہ میرے قلم میں زور ہے اور نہ میرے پاس وہ الفاظ ہیں جن سے میں جناب کا اور جناب کے بھیجے ہوئے کارکن مولانا درد' سید زین العابدین صاحب وغیرہ کا شکریہ ادا کرسکوں....."

(تاریخ احمدیت: جلد ۶: صفحہ ۶۰۱)

انگلستان میں دوسری مرتبہ تقرر:۔

حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب دوسری مرتبہ ۲۔فروری ۱۹۳۳ء کو قادیان سے انگلستان روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحب بھی تھے۔ حضرت درد صاحب کے لنڈن قیام کے دوران بیت الفضل لنڈن کا افتتاح سر عبدالقادر صاحب کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ پیغام حق پہنچانے کیلئے درد صاحب نے اپنے قیام کے دوران کئی اہم لیکچرز دیئے۔ اسی طرح آپ نے سپین کا ایک سفر بھی اختیار کیا۔

حضرت خلیفہ المسیح الثانی کی تحریک پر قائداعظم کو ہندوستان واپسی پر آمادہ کرنا

۱۹۳۳ء میں جب حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب انگلستان آئے تو قائداعظم محمد علی جناح بھی اس وقت لنڈن میں قیام پذیر تھے۔ آپ ہندوستان کی سیاست سے مایوس ہو کر لنڈن میں مستقل قیام کا ارادہ کر چکے تھے۔ حضرت خلیفہ المسیح الثانی..... کی تحریک پر مولانا درد صاحب نے قائداعظم محمد علی جناح سے لنڈن میں ملاقاتیں کیں اور انہیں واپس ہندوستان جا کر مسلمانوں کی قیادت پھر سے سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ اس بارہ میں مولانا درد صاحب خود تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ بھی حضور کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ قائداعظم نے انگلستان سے واپس ہندوستان آکر مسلمانوں کی سیاسی قیادت سنبھال لی۔ جس سے ۱۹۴۷ء میں پاکستان وجود میں آیا۔ جب میں ۱۹۳۳ء میں انگلستان پہنچا تو اس وقت قائداعظم لنڈن میں تھے۔ میں نے ان سے تفصیلی ملاقات کی اور انہیں ہندوستان واپس آکر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ میں نے انہیں آمادہ کیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جب کہ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والا اور کوئی نہیں ہے انہوں نے ان کی پھنسی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بیوفائی کے مترادف ہوگی۔ اس کے بعد انہوں نے لنڈن میں ہندوستان کے مستقبل پر تقریر کی اور پھر اس کے بعد وہ

لنڈن کو خیرباد کہہ کر ہندوستان واپس آئے اور مسلم لیگ کو منظم کیا۔"

قائد اعظم ۱۶۔اپریل ۱۹۳۳ء کو عیدالاضحیہ کے موقعہ پر (بیت) الفضل لنڈن میں تشریف لائے اور ہندوستان کے مستقبل کے بارے میں ایک لیکچر دیا۔ اس میں قائد اعظم نے فرمایا۔

"The eloquent Persuation of The Imam has left me no escape"

"کہ امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ فرار نہیں چھوڑی" (تاریخ احمدیت: جلد۷: صفحہ)

قائد اعظم کی (بیت الفضل) لنڈن میں آمد کی خبر سنڈے ٹائمز لنڈن کے ۱۹۔ اپریل ۱۹۳۳ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔

اس کے بعد جولائی ۱۹۳۳ء میں نوابزادہ لیاقت علی خان نے بھی قائداعظم سے ان کے مکان پر ملاقات کی تھی جس میں قائد اعظم نے انہیں واپس جا کر ہندوستان کے سیاسی حالات کا جائزہ لیکر مطلع کرنے کیلئے کہا تھا۔ تفصیل کیلئے دیکھیں (قائد اعظم کے ۷۲ سال: صفحہ ۲۸۲: مصنف: خواجہ رضی حیدر)

اس لحاظ سے یہ حقیقت ہے کہ قائد اعظم کو واپسی پر آمادہ کرنے کی پہلی باقاعدہ کوشش کا سہرا حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... کے سر ہی ہے۔ جو حضرت درد صاحب...... کے ذریعہ انجام پایا۔

انگلستان سے واپسی اور خدمات سلسلہ:۔

۹۔نومبر ۱۹۳۸ء کو آپ انگلستان سے واپس تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفہ المسیح الثالث......، حضرت مرزا مبارک احمد صاحب اور حضرت مرزا ظفر احمد صاحب بھی تھے۔ ان تینوں صاحبزادگان نے حضرت درد صاحب کے قیام لنڈن کے دوران ہی وہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ ولایت سے واپسی کے بعد حضرت مولانا درد صاحب کو حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... کے قرب میں گراں قدر خدمات کا موقعہ ملتا رہا۔ آپ کے سپرد نظارت تعلیم و تربیت اور نظارت دعوت و تبلیغ رہیں۔ جلسہ خلافت جوبلی کے انعقاد کیلئے جو کمیٹی تشکیل دی گئی حضرت مولانا درد صاحب اس کے سیکرٹری تھے۔ ہوشیار پور میں جلسہ منعقد ہوا تو آپ نے مصلح موعود والی پیشگوئی حاضرین کو سنائی۔ اس موقعہ پر درد صاحب کو اس لئے چنا گیا تھا کہ ان کے پھوپھا اور خسر یعنی حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری سفر ہوشیار پور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ جس کے دوران حضور نے چلہ کشی کی اور انہی ایام میں مصلح موعود کی بشارات آپ کو ملیں۔ ۱۹۴۷ء کے پر آشوب دور میں قادیان سے احباب کے باحفاظت انخلاء میں بھی درد صاحب نے انڈیا اور پاکستان کے حکام کے ساتھ روابط رکھنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ ناظر امور عامہ و خارجہ اور ناظر تعلیم و تربیت مقرر ہوئے۔ بیک وقت ان تمام نظارتوں کا کام آپ کے سپرد ہونے سے واضح ہے کہ حضرت خلیفہ

المسیح الثانی...... کی نظر میں آپ اپنے اخلاص اور قابلیت میں ایک اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔

وفات:۔ احمدیت کی انتھک خدمات بجا لانے والا یہ وجود ۷۔ دسمبر ۱۹۵۵ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ روزنامہ الفضل نے لکھا کہ آپ کی وفات اپنے اندر شہادت کا رنگ رکھتی ہے۔ آپ حسب معمول دفتر میں تشریف لائے اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحب......ناظر اعلیٰ کی میز کے ہی ایک طرف بیٹھ کر کام کرتے رہے۔ سوا بارہ بجے دوپہر ضعف کا شدید دورہ ہوا آپ کو گھر پہنچایا گیا وہاں دو بجے کے قریب آپ عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ اگلے روز ۸۔ دسمبر ۱۹۵۵ء کو نماز ظہر کے بعد حضرت خلیفہ المسیح الثانی...... نے احاطہ بہشتی مقبرہ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین عمل میں آئی۔

علمی خدمات:۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی تحقیق و تصنیف کا ایک خاص ملکہ اور شغف عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ دیگر تبلیغی اور انتظامی خدمات کے ساتھ ساتھ تحقیق و تصنیف کا سلسلہ آخر دم تک جاری رہا۔ آپ نے متعدد کتب انگریزی اور اردو زبان میں تحریر فرمائیں ان میں لائف آف احمد' اسلامی خلافت' مسلمان عورت کی بلند شان' بانی سلسلہ احمدیہ اور انگریز' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لائف آف احمد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح حیات پر مشتمل ہے اور سلسلہ کی تاریخ کے اعتبار سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ آپ اس کی مزید دو جلدیں تیار کرنے اور ان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ آپ شعر کہنے کا ملکہ بھی رکھتے تھے آپ کا ایک غیر مطبوعہ مجموعہ کلام "وادی خیال" کے نام سے موجود ہے۔

اولاد:۔ آپ کی دو بیویاں تھیں جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں عطا کیں۔ جن کے اسماء یہ ہیں۔

مکرمہ رضیہ درد صاحبہ نائب صدر لجنہ اماء اللہ پاکستان اہلیہ مکرم مسعود احمد عاطف صاحب مرحوم پروفیسر ٹی آئی کالج' مکرمہ خاتم النساء درد صاحبہ اہلیہ مکرم مولانا محمد شفیع اشرف صاحب سابق ناظر امور عامہ' مکرم مجیب الرحمٰن درد صاحب سابق قائد خدام الاحمدیہ ضلع لاہور' مکرم صفیہ درد صاحبہ اہلیہ عبدالرزاق صاحب نائیجیریا' مکرمہ نعیمہ درد صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر ملک رب نواز صاحب امریکہ' مکرمہ صالحہ درد صاحبہ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ ضلع لاہور' مکرم عیسیٰ درد صاحب سیکرٹری امور عامہ لاہور خاص طور پر خدمت دین کی توفیق پا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مکرم عطاء الرحمن صاحب درد' مکرم لطف الرحمان درد صاحب' مکرم حبیب الرحمن درد صاحب' مکرم نعیم الرحمن درد صاحب' مکرمہ عطیہ درد صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد سلیم احمد صاحب' مکرمہ

قانتہ درد صاحبہ اہلیہ حمید حسن منور سنوری صاحب، مکرمہ ہاجرہ درد صاحبہ مرحومہ اہلیہ چوہدری محمد اسلم صاحب سلسلہ احمدیہ سے اخلاص کا تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے نواسوں میں سے مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ اور مکرم محمود احمد اشرف صاحب استاذ الجامعہ کو خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔

آپ کی وفات پر آپ کی خدمات کا تذکرہ:۔

سیدنا حضرت مصلح موعود...... نے آپ کی وفات کے بعد خطبہ جمعہ میں آپ کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا۔

"درد صاحب جب سلسلہ کی خدمت کیلئے آئے تو ان کی عمر زیادہ نہ تھی لیکن اس عمر میں بھی ان کے وقار کا یہ حال تھا کہ ہم انہیں بڑے سے بڑے افسر سے بھی ملنے کے لئے بھیج دیتے تو وہ نہایت کامیابی کے ساتھ جماعت کی نمائندگی کر کے آجاتے تھے ان کے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا تھا کہ وہ لوگ بڑے درجہ کے ہیں اور میں کمزور انسان ہوں۔ اس وقت میں کالج کے پروفیسروں کے متعلق بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ باوجودیکہ اس وقت ملک کی حکومت اپنی ہے انہیں اگر گورنر کے پاس بھی بھیجا جائے تو وہ کامیابی کے ساتھ کوئی کام کر سکیں۔ لیکن درد صاحب کے اندر یہ یقین پایا جاتا تھا کہ گو میں کمزور انسان ہوں لیکن یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے پھر میں اسے کیوں نہیں کر سکتا"۔ (الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۵۵ء)

حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب کو خدا تعالیٰ کے فضل سے قربانی اور وفا اور نامساعد حالات میں ثابت قدمی کی توفیق ملی اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود...... نے فرمایا۔

"مجھے یاد ہے جب ہم نے درد صاحب کو ولایت بھیجا ہے ان کی تنخواہ سو روپے ماہوار تھی۔ چندہ اور دوسری کٹوتیوں کے بعد انہیں ساٹھ روپے ماہوار ملتے تھے جس میں سے بڑا حصہ وہ اپنی والدہ کو بھیج دیتے تھے۔ ان کی دو بیویاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک کے چار چار پانچ پانچ بچے تھے۔ وہ ہمارے مکان کے ہی ایک حصہ میں جو کچا تھا اور جس میں رہنا آج کل کے کلرک بھی پسند نہیں کرتے رہتی تھیں.......... اب دیکھو ایک شخص ایم اے ہے اور سب ججی کیلئے اسے آفر (OFFER) آچکی ہے وہ....... ملک سے باہر چلا جاتا ہے سلسلہ کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ وہ اس کے بیوی بچوں کو مناسب گزارہ دے سکے...... لیکن پھر بھی اس نے نہایت ثابت قدمی سے سلسلہ کی خدمت میں چالیس سال کا عرصہ گزار دیا۔" (الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۵۵ء)

آپ کی وفات پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب......... نے اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا:۔

"درد صاحب ایک ایسے مبارک خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو احمدیت کی تاریخ میں ایک خاص شان رکھتا ہے۔

درد صاحب خود بھی (رفیق بانی سلسلہ احمدیہ۔ ناقل) تھے اور ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی بعض باتیں یاد تھیں جن میں سے بعض کا ذکر سیرت المہدی میں آچکا ہے۔ مگر درد صاحب کی ذاتی خدمات کا سلسلہ (قدرت ثانیہ کے مظہر۔ ناقل) ثانیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ درد صاحب اور میں نے ایم اے کا امتحان اکٹھے پاس کیا تھا...... مجھے یاد ہے کہ جب ہم شروع میں خدا کے ساتھ عہد باندھ کر سلسلہ کی خدمت میں آئے تو میری ہی تجویز پر ہم دونوں نے یہ عہد کیا تھا کہ خدا کی توفیق سے ہم ہمیشہ سلسلہ کی خدمت میں زندگی گزاریں گے اور کبھی کسی معاوضہ یا ترقی یا حق کا مطالبہ نہیں کریں گے اور میرے لیے انتہائی خوشی اور درد صاحب کے خاندان کیلئے انتہائی فخر کا مقام ہے کہ درد صاحب نے اس کو کامل وفاداری کے ساتھ نبھایا اور منھم من قضی نحبہ کے مقام پر فائز ہوگئے۔

(الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء)

حضرت درد صاحب کی سیرت کے ایک اور پہلو کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب...... تحریر فرماتے ہیں۔

"درد صاحب کا خاص وصف یہ تھا جس میں مجھے بھی اکثر اوقات ان پر رشک آتا تھا کہ اگر کبھی حضرت صاحب کی طرف سے یا انجمن وغیرہ کی طرف سے ان کی کسی بات پر گرفت ہوتی تھی (اور گرفت سے کون انسان بالا ہے) تو وہ اسے انتہائی صبر اور ضبط کے ساتھ برداشت کرتے تھے اور اپنی بریت کا معاملہ بھی صرف خدا پر چھوڑتے تھے"۔

(الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء)

نیز فرماتے ہیں:۔

"درد صاحب نے ولایت سے واپس آکر اکثر زمانہ نظارت تعلیم و تربیت اور نظارت دعوت و........ میں گزارا مگر ان کا خاص کام نظارت امور خارجہ سے تعلق رکھتا تھا۔ جہاں وہ غیر معمولی طور پر کامیاب رہے۔ درد صاحب کو حکومت کے افسروں اور غیر از جماعت اصحاب کے ساتھ ملنے کا خاص ڈھنگ آتا تھا اور وہ ان ملاقاتوں میں غیر معمولی طور پر کامیاب رہتے تھے۔ مزاج کی سادگی اور کچھ مالی تنگی کی وجہ سے ان کا لباس بہت ہی سادہ بلکہ بعض اوقات درویشانہ رنگ کا ہوتا تھا مگر لوگوں سے اس قابلیت اور وقار کے ساتھ ملتے تھے کہ وہ بہت جلد ان کے زیر اثر آجاتے تھے اور درد صاحب اکثر اپنی بات منوا کر ہی اٹھتے تھے۔" (الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء)

حضرت مولانا ابو العطاء صاحب نے آپ کی وفات پر لکھا:۔

"حضرت درد صاحب سلسلہ احمدیہ کے ان سچے اور وفادار خادموں میں ایک نمایاں وجود تھے جو عسر و یسر اور حالت آرام و تنگی میں خدا کے دین کی خدمت کا قطعی فیصلہ کر چکے تھے۔ انہوں نے عملاً پوری وفاداری اور کامل اخلاص اور

محبت کے ساتھ اس فیصلہ کو نافذ کیا ہے...... احمدیت اور اسلام کیلئے ان کی بے انتہا عقیدت کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ وہ دن رات خدمت دین کرتے تھے اور پھر بھی ہمیشہ یہی کہتے تھے اور اسی احساس سے معمور رہتے تھے کہ میں اپنا فرض پورا نہیں کر رہا۔ وہ نہ صرف خود علمی اور ٹھوس کام کرنے کے عادی تھے بلکہ ہمیشہ ہی اپنے ملنے والوں اور دوستوں کو ہر روز نصیحت کرتے تھے کہ گہری تحقیق اور پوری ریسرچ سے کتابیں اور مضامین لکھے جائیں۔ انہیں دینی علوم سے خاص شغف تھا اور جدت اور تحقیق ان کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ اپنے احباب اور دوستوں کے ساتھ پوری وفاداری اور کامل خلوص کے ساتھ پیش آتے تھے"۔ (الفضل ۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء)

نمونہ کلام:۔ آپ کے غیر مطبوعہ کلام سے چند اشعار درج ذیل ہیں جو آپ کے جذبات کی عکاسی کرتے ہیں:۔

کوئی لے چلے مجھے قادیاں

کروں غم ستم کا میں کیا بیاں نہیں ملتی مجھکو کہیں اماں
کوئی لے چلے مجھ قادیاں' کوئی لے چلے مجھے قادیاں

کوئی بے کسوں کی صدا سنے کوئی عاصیوں کی ندا سنے
کوئی دل جلوں کی دعا سنے' کوئی لے چلے مجھے قادیاں

ہے جہاں میں ایسا وہ گلستان نہیں آئی جس پہ کبھی خزاں
ہے مسیح کا بھی وہی مکاں' کوئی لے چلے مجھے قادیاں

کئی خوش نصیب فدا ہوئے کئی بدنصیب جدا ہوئے
کئی اس جگہ کے ہی جا ہوئے' کوئی لے چلے مجھے قادیاں

یہ پیام آئے ہے روز کیا جو ہو عشق دل میں تو روک کیا
بھلا نکلے کیسے نہ یہ صدا' کوئی لے چلے مجھے قادیاں

میری آنکھ بن کے جو دیکھ لو کبھی تم نہ غیر کا نام لو
یہی دل میں ہو یہی لب پہ ہو' کوئی لے چلے مجھے قادیاں

بے تابی دل

سر میں ہے جوش جنوں دل میں ہے نور ایمان
کفر و بدعت کے فنا کرنے کو تیار ہیں ہم

صبر کرنے نہیں دیتی ہمیں بے تابی دل
حشر دنیا میں بپا کرنے کو تیار ہیں ہم

دل تو مدت سے کیا تیرے حوالے پیارے
جان بھی تن سے جدا کرنے کو تیار ہیں ہم

مال کیا چیز ہے اور جاں کی حقیقت کیا ہے
آبرو تجھ پہ فدا کرنے کو تیار ہیں ہم

مکتوب آسٹریلیا

انجیل کے چند جلائے گئے اوراق کا انکشاف

ابتدائی عیسائی اقلیتی فرقوں پر اکثریت کی طرف سے ظلم و ستم اور ان کی انجیلوں کے جلائے جانے پر ایک جدید گواہی

(مرسلہ و ترجمہ از چوہدری خالد سیف اللہ خان سڈنی آسٹریلیا)

ابتدائی عیسائیوں میں موحّد فرقے بھی تھے جو آج تک Unitarian Church کے نام سے چلے آتے ہیں۔ ان کے عقیدے رومی و یونانی سلطنتوں میں پھیلنے والے ان اکثریتی فرقوں سے مختلف تھے جو اپنی حکومت اور طاقت کے بل بوتے پر چھوٹے فرقوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے تھے اور پھر ۳۲۵ء میں Council of Nicea نے سینکڑوں انجیلوں کو جلا کر صرف چار موجودہ انجیلوں کو مستند قرار دیا تھا جن میں اکثریت کے تثلیثی عقائد درج تھے۔ امریکہ کے دو پروفیسروں کو برلن کے "مصری میوزیم" میں ۱۹۹۱ء میں ایک ایسی ہی جلی ہوئی انجیل کے پندرہ صفحے ملے تھے جو کسی طرح بچ گئے تھے اور اب ان کو پڑھ کر اور مختلف ٹکڑوں کو جوڑ کر جو مضمون سامنے آیا ہے اس پر ایک رپورٹ "رائیٹر" کے حوالہ سے اخباروں میں آئی ہے۔ ان صفحات میں عیسیٰ علیہ السلام کی اس گفتگو کا ذکر ہے جو انہوں نے Gnostics یا "عارفین" کہلانے والے عیسائیوں سے واقعہ صلیب کے بعد کی تھی۔ ان صفحات کا ترجمہ عنقریب شائع ہو جائے گا جو امید ہے کافی دلچسپ ہوگا اور ابتدائی عیسائیوں کے عقائد پر روشنی ڈالے گا۔ جو رپورٹ سڈنی مارننگ ہیرلڈ میں ۱۳ مارچ ۱۹۹۷ء کو شائع ہوئی ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

گم شدہ انجیل۔ ایک مسودہ کے ٹکڑے جن کے متعلق باور کیا جاتا ہے کہ ان کا تعلق یسوع کی گفتگو کے ساتھ ہے۔ (از گریگ فراسٹ کنساس سٹی)

ایک امریکن پروفیسر کہتے ہیں کہ انہوں نے اور ان کے ایک ساتھی نے ایک نادر چیز دریافت کی ہے جس سے عیسائیت کے اصل عقائد پر روشنی پڑ سکتی ہے۔ ان کو ایک گم شدہ انجیل کے کچھ ایسے ٹکڑے ملے ہیں جن میں یسوع مسیح اور ان کے

پیروکاروں کے درمیان گفتگو درج ہے۔ یونیورسٹی آف کنساس امریکہ کے تدریس مذاہب کے پروفیسر پال میرکی Paul Mirecki نے کہا ہے کہ انہیں یقین ہے کہ کتاب کا مضمون یسوع کی تعلیم کا ابتدائی مستند حال بیان کرتا ہے اگر یہ بات سچ ہے تو ۱۹۴۵ء کے بعد یہ پہلا موقع ہوگا کہ ایک مبینہ انجیل کو شناخت کیا گیا ہے۔

پروفیسر پال میرکی نے کہا کہ عہد نامہ جدید کی چار اناجیل کے علاوہ علماء نے تقریباً چھ دوسری گمشدہ اناجیل تسلیم کی ہیں جو یسوع کی تعلیم کی تفصیل بیان کرتی ہیں۔ آخری شناخت کردہ انجیل وہ تھی جسے انجیل تھامس کہا جاتا ہے اور مصر میں ۱۹۴۵ء میں دریافت ہوئی تھی۔ اس حصہ رپورٹ کے الفاظ ہیں۔

Professor Mirecki said apart from the new testament's four gospels scholars recognised approximately six other lost gospels that detail christ's teachings. The gospel of Thomas discovered in egypt in 1945, was the last text to be identified.

پروفیسر میرکی نے یہ مسودہ اتفاق سے ۱۹۹۱ء میں برلن کے معروف عجائب گھر میں دیکھا تھا اس وقت سے اب تک یہ اس کے مضمون کو مربوط کرتے رہے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ مسوّدہ اس عجائب گھر تک کیسے پہنچا۔

پروفیسر میرکی جو قدیم تحریروں کے پڑھنے کے علم میں ماہر ہیں' نے کہا کہ انہیں یقین ہے کہ متن میں کوئی دھوکہ یا بناوٹ نہیں۔ یہ یقینی طور پر چوتھی یا پانچویں صدی کا قدیم مسوّدہ ہے۔

نو دریافت شدہ انجیل پہلی یا دوسری صدی میں لکھی گئی تھی۔ اس امر کا سیاق و سباق یہ ہے کہ پہلی دو صدیوں میں کئی انجیلیں لکھی گئی تھیں۔ اس کا متن ایسا ہی ہے جیسے اور انجیلوں کا ہوتا ہے۔ اس کا اندازِ تحریر اور مضمون بھی اسی معیار پر پورا اترتا ہے۔

پروفیسر میرکی مسوّدہ کا ترجمہ اور تدوین ایک اور صاحب چارلس ہڈرک Charles Hedrick کے ساتھ مل کر کرتے رہے ہیں جو ساؤتھ ویسٹ مسوری سٹیٹ یونیورسٹی سپرنگ فیلڈ مسوری State University Springfield Missouri میں مذہبی تدریس کے شعبہ میں پروفیسر ہیں۔ شروع میں وہ دونوں اکیلے اکیلے برلن میوزیم میں اس مسوّدہ پر کام کر رہے تھے۔ پھر فلاڈلفیا کی ایک کنونشن میں ان کی اتفاقاً ملاقات ہو گئی اور ان کو پتہ لگا کہ وہ دونوں ایک ہی مسوّدہ پر کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مل کر کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان کی جدید انجیل پر مبنی کتاب آئندہ موسم گرما (جو شمالی نصف کرہ کا ہے) میں ہالینڈ کا ایک ادارہ برل پبلشر Bril Publisher شائع کر رہا ہے۔ پروفیسر میرکی نے بتایا کہ مسوّدہ قبطی (Coptic) زبان میں لکھا ہوا ہے۔ جو مصر کی ایک قدیم زبان تھی جس میں یونانی حروف ابجد استعمال ہوتے ہیں۔ یہ کتاب غالباً عیسائیوں کے ایک ایسے اقلیتی فرقہ نے لکھی تھی جو اپنے آپ کو "عارفین" (Gnostics or Knowers) کہتے تھے اور انہوں نے یسوع کی

اپنے حواریوں کے ساتھ اس گفتگو کو بیان کیا تھا جو خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے جی اٹھنے کے بعد ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ مضمون اور اس کا پیغام ظاہر کرتا ہے کہ عیسائیت کی ابتدا اس سے زیادہ متنوع تھی جتنی کہ ازمنۂ وسطیٰ کے تاریخ دانوں نے بیان کیا ہے۔ یہ انجیل صاف طور پر اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ شروع میں کئی اقلیتی فرقے موجود تھے جو یا تو عیسائیوں کے بڑے بڑے فرقوں جیسے کیتھولک یا مشرقی آرتھوڈاکس چرچ (Eastern orthodox Church) کے اندر مدغم کر دیئے گئے تھے یا خود بخود ہی ختم ہو گئے تھے ان کو موت کی حد تک اذیتیں دی جایا کرتی تھیں۔ ان کی کتابیں نظر آتش کر دی جاتی تھیں غالباً اسی کے نتیجہ میں اس کتاب کے صرف پندرہ صفحے بچے تھے۔ رپورٹ کے آخری حصہ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"Professor Mirecki said the manuscript was written in Coptic, an ancient egyptian language that uses greek letters. It was probably the work of a Christian minority group called gnostics, or knowers, and recounted a rare "Dialogue Gospel" of conversations between Jesus and his disciples that supposedly took place after christ was resurrected. He said the text and its message indicated that Christianity's origins were more diverse than medieval historians had described. This is simply evidence of minority groups that existed and that either were brought into the larger church_The Catholic or Eastern Orthodox Churches or died out. Quite often they were persecuted to the point of death."

Only 15 pages remained, probably due to a Book _ Burning.

ترجمہ: پروفیسر میریکی نے کہا کہ مسودہ (Coptic) زبان میں لکھا ہوا ہے یہ مصر کی ایک قدیم زبان ہے جس میں یونانی حروف استعمال ہوتے ہیں۔ جو کو Cnostics یا Knowers کہا جاتا ہے اور اس میں ایک غیر معمولی "مکالماتی انجیل" بیان کی گئی ہے یہ دراصل ایک مکالمہ ہے جو حضرت یسوع اور ان کے حواریوں کے مابین ہے اور جس کے بارہ میں فرض کیا گیا ہے کہ یہ گفتگو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ جی اٹھنے کے بعد کی ہے۔ پروفیسر میریکی کہتے ہیں کہ مسودے کا متن اور اس میں جو پیغام درج ہوا ہے وہ اس امر کا غمّاز ہے کہ عیسائیت کے Origins یا ماخذ مختلف ہیں اور یہ ماخذ اس سے زیادہ مختلف ہیں جس قدر قرونِ وسطیٰ کے تاریخ دانوں نے بیان کئے ہیں۔ یہ اس بات کا صاف ثبوت ہے کہ اقلیتی گروپ موجود تھے اور پھر کوئی گروہ یا کیتھولک چرچ کا حصہ بن گیا یا مشرقی آرتھوڈاکس چرچوں میں شامل ہو گیا۔ رفتہ رفتہ ایک گروہ کے ماننے والے معدوم ہو گئے اور وہ گروہ معدوم ہو گیا۔ بارہا ایسا ہوا اقلیتی گروہوں کے افراد کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہوئے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

THE SYDNEY MORNING HERALD
THURSDAY, MARCH 13, 1997

■ 'LOST GOSPEL'

Manuscript fragments believed to relate talks with Christ

By GREG FROST
in Kansas City

In a rare finding that could shed light on the origins of Christianity, an American professor says he and a colleague have identified fragments of a "lost gospel" that contains conversations between Jesus Christ and his disciples.

Paul Mirecki, associate professor of religious studies at the University of Kansas, said that he was confident the text was an authentic early account of the teachings of Christ. If true, this would mark the first time since 1945 that a so-called lost gospel has been identified.

Professor Mirecki said apart from the New Testament's four Gospels, scholars recognised approximately six other lost gospels that detail Christ's teachings. The Gospel of Thomas, discovered in Egypt in 1945, was the last such text to be identified, he said.

Professor Mirecki happened on the latest manuscript in 1991 in the vast holdings of Berlin's Egyptian Museum, but it has taken him until now to piece together its content. He does not know how the manuscript found its way to the museum.

Professor Mirecki, who is a specialist in paleography, or ancient modes of writing, said he was confident the item was not a fraud or a forgery. "It's definitely an ancient manuscript – fourth or fifth century," he said.

The newly found gospel was written in the first or second century, he said. "The context here is there were many gospels written in the first two centuries. This text is . . . identical to similar texts that are called gospels. It fits the literary pattern and the contents."

Professor Mirecki has been editing and translating the manuscript with Charles Hedrick, professor of religious studies at Southwest Missouri State University in Springfield, Missouri.

> 'This is evidence of minority groups that . . . often were persecuted to the point of death.'

Each studied the manuscript independently while working at the Berlin museum. After a chance encounter at a 1995 convention in Philadelphia, they realised they were working on the same project and decided to collaborate. Their book on the new gospel will be published this northern summer by Brill Publishers in the Netherlands.

Professor Mirecki said the manuscript was written in Coptic, an ancient Egyptian language that uses Greek letters. It was probably the work of a Christian minority group called Gnostics, or knowers, and recounted a rare "dialogue gospel" of conversations between Jesus and his disciples that supposedly took place after Christ was resurrected.

He said the text and its message indicated that Christianity's origins were more diverse than medieval historians had described.

"This is simply evidence of minority groups that existed and that either were brought into the larger Church – the Catholic or Eastern Orthodox churches – or died out. Quite often they were persecuted to the point of death."

Only 15 pages remained, probably due to a book-burning.

Reuter

طب و صحت

صحت برقرار رکھنے کے طریقے

(۳)

(ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی ایف آر سی پی)

پچھلے سو ڈیڑھ سو سال میں بہت سی بیماریوں کی وجوہات دریافت ہوئی ہیں اور انسان کو یہ پتہ چلا کہ کئی ایک بیماریاں جراثیم کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ جراثیم جو بیماری پیدا کرتے ہیں وہ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض عام خوردبین سے نظر آجاتے ہیں جب کہ بعض بہت چھوٹے جراثیم جن کو Virus کہتے ہیں وہ اپنے اثرات کے ذریعے سے پہچانے جاتے ہیں اور کچھ کو بہت طاقتور خوردبین جیسے الیکٹرون مائکروسکوپ کہا جاتا ہے کے ذریعے سے دیکھا جاتا ہے۔

ایسی بیماریاں جو ان جراثیم کی وجہ سے ہوتی ہیں ان سے کیسے بچا جا سکتا ہے اور کیونکر اپنی صحت کو قائم رکھا جا سکتا ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے جو ہر ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ ان جراثیم کے خلاف سب سے بڑا دفاع ایک صحت مند جسم ہے۔ انسانی جسم میں ہر قسم کے اعضاء ہوتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں میں گوشت' ہڈیاں' رگیں اور خون کی نالیاں ہوتی ہیں اور زندہ جسم میں ہر لمحے خون حرکت میں رہتا ہے۔ پھر دل و دماغ' اعضائے رئیسہ معدہ اور آنتیں وغیرہ اپنے اپنے مقام پر موجود ہیں۔ ان تمام کی حفاظت کیلئے ایک مضبوط فصیل خدا نے انسان کو ودیعت فرمائی ہے جس کا نام جلد ہے۔ جو بیرونی خطرات سے انسان کو محفوظ رکھتی ہے اور ہر حملہ کا پہلا دفاع انسان کی جلد کرتی ہے۔ جسم میں جہاں پر جلد ختم ہوتی ہے وہاں جسم کی اندرونی اعضا کی جھلیاں (جنہیں انگریزی میں Mucous Membrane کہتے ہیں) شروع ہو جاتی ہیں یہ بھی دفاع کا اہم کام کرتی ہیں۔ غرض بیماری سے محفوظ رہنے کیلئے اور صحت کو برقرار رکھنے کیلئے سب سے ابتدائی کام صحت مند جلد اور صحت مند اندرونی جھلیاں کرتی ہیں۔ ان کی صحت کو قائم رکھنے کیلئے انسان کیا کر سکتا ہے؟ سب سے پہلا اصول تو صفائی ہے۔ جلد کو صاف رکھنے کیلئے پانی کا استعمال ضروری ہے۔ چنانچہ صاف ستھرے پانی سے ہاتھ' منہ' پاؤں' بالوں اور ایسی تمام جگہوں کو دھونا ضروری ہے جہاں گندگی لگی ہوئی ہے۔ چنانچہ پانچ دفعہ وضو کے ذریعے اور غسل کے ذریعہ سے یہ سبق ہمیں پہلے ہی سکھایا جا چکا ہے۔ اسی طرح منہ اور دانتوں کی صفائی' ناک کے اندر سے صفائی اور طہارت کے دوسرے طریقے ہمارے مذہب کا

حصہ ہیں اور آج کی سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ صحت کو برقرار رکھنے کیلئے ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہاں پر میں مسواک کے استعمال کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں کیونکہ اس ذریعے سے نہ صرف دانت صاف ستھرے ہو جاتے ہیں بلکہ مضبوط بھی ہو جاتے ہیں۔ کیڑوں سے بچ جاتے ہیں اور غذا کے چبانے کا عمل جو غذا کو جزو بدن بنانے کیلئے ایک ضروری عمل ہے آسان ہو جاتا ہے۔ تو یہ صفائی کا وہ پہلا اصول ہے جسے اپنا کر ہم اپنی جلد اور اندرونی جھلیوں اور دانتوں وغیرہ کی صحت برقرار رکھ سکتے ہیں۔

دوسری چیز متوازن غذا ہے۔ متوازن غذا بھی جلد اور اندرونی جھلیوں کی صحت کو قائم رکھنے کیلئے ضروری ہے۔ متوازن غذا میں وٹامن وافر مقدار میں ہوتے ہیں اور یہ اجزا صحت کیلئے بہت ضروری ہیں۔ وٹامن A' D اور C خاص طور پر جلد اور جھلیوں کی صحت کو قائم رکھنے میں مد اور معاون ہوتی ہیں۔ صاف ستھری تازہ سبزیاں اور پھل نیز دودھ اور دہی کے ذریعے سے یہ حاصل ہو سکتے ہیں۔ پاکستان میں ان چیزوں کی کمی نہیں ہے صرف غور کر کے ان اشیاء کو اپنی غذا میں شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ جو سبزیاں اور پھل سستی ہوں اور موسم میں پائی جاتی ہوں انہیں اپنی غذا میں شامل کرنا چاہئے۔ سبزیوں اور پھلوں کا ایک اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کے جسم میں Fiber بھی داخل ہوتا رہتا ہے۔ یہ غذا کا وہ حصہ ہے جو ہضم نہیں ہوتا بلکہ آنتوں کی صفائی کرتا ہوا جسم سے باہر خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے آنتوں کا کام صحیح رہتا ہے اور قبض ہونے نہیں پاتی۔ غرض غذا کی طرف توجہ دینا اور ایسی غذا استعمال کرنا جو مندرجہ بالا اصولوں پر پوری اترتی ہو صحت کیلئے مفید ہے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ ایسی چیزوں سے جو مضر اثرات رکھتی ہیں اور جلد کو یا اندرونی جھلی کو نقصان پہنچاتی ہوں ان سے بچا جائے۔ جلد کو گرد و غبار اور مٹی سے نقصان پہنچتا ہے۔ اسی طرح بعض کیڑے اور جراثیم جلد کے اندر گھس کر جسم میں پھیل جاتے ہیں اس لئے کام کرتے وقت مناسب اوزاروں کا استعمال اور جلد کی صفائی کیلئے احتیاطوں پر عمل کرنے' ننگے پاؤں زمین پر نہ چلنا اور جوتے کا مناسب استعمال کرنا' وغیرہ سے ان مضر اثرات سے بچا جا سکتا ہے۔ اندرونی جھلیوں پر جو چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں ان میں سرفہرست سگریٹ' حقہ تمباکو اور منشیات کا استعمال ہے۔ اس کے علاوہ زیادہ مرچیں' تیزابیت رکھنے والی چیزیں اور تیز مصالحے نقصان پہنچاتے ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

غرض یہ تین موٹے موٹے اور بہت موثر اصول ہیں جو بالکل سادہ بھی ہیں اور بہت آسان بھی ہیں۔ ان اصولوں کو اپنا کر ہر شخص ہر عمر میں اپنی جسمانی صحت کو برقرار رکھ سکتا ہے اور کیڑوں اور مختلف قسم کے جراثیم سے پیدا ہونے والی بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔ ہمارے انصار بھائیوں کو خاص طور پر غور کر کے ان اصولوں پر عمل کرنا چاہئے۔

عبد السلام

1926 - 1996ء

(ترجمہ مرسلہ:۔ حمیدہ بشیر احمد ہمشیرہ محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب)

Nature, Volume 384, 12 December 1996 by: Seif Randjbar-Daemi

اس صدی کے عظیم علمی کارناموں میں سے ایک شاہکار مادے کے بنیادی ذرات سے متعلق ایک نظریہ ہے جس کو "اسٹینڈرڈ ماڈل" کہا جاتا ہے۔ یہ نظریہ کئی ذہین و فطین نظری سائنس دانوں کی سالہا سال پر محیط مجموعی کاوشوں کا نچوڑ ہے۔ یہ مفکر تخلیق کائنات کے راز جاننا چاہتے ہیں۔ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ طبعی دنیا کس چیز سے بنی ہوئی ہے اور یہ کیسے کام کرتی ہے۔ اس قسم کی تحقیق یورپی مزاج کا جزو ہے اور اس ضمن میں زیادہ تر کام یورپ اور شمالی امریکہ کے باوسائل اعلیٰ تعلیمی اداروں میں ہی ہوتا ہے۔ لیکن تخلیق عالم پر غور کرنے والوں میں بعض افراد ایسے بھی ہیں جو دنیا کے نسبتاً غریب خطوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایسے ہی ایک مرد میدان کا نام عبد السلام ہے۔ حال ہی میں ۲۱ نومبر ۱۹۹۶ء کو آپ کا وصال ہوا ہے۔ "اسٹینڈرڈ ماڈل" کے سلسلے میں آپ کا تحقیقی کام نہایت ہی اہم تھا اس کامیاب تحقیق پر آپ نے سٹیون وائن برگ (Steven Weinberg) اور شیلڈن گلاشو (Sheldon Glashow) کے ساتھ ۱۹۷۹ء کا نوبل انعام حاصل کیا۔

"اسٹینڈرڈ ماڈل" ایٹم کے مرکز میں رونما ہونے والے طبعی عمل کا نقشہ ریاضی کی زبان میں پیش کرتا ہے۔ اس وقت تک یہ بہترین دستیاب تفصیل ہے۔ اس نظریاتی ماڈل نے جو تحقیقی پیش گوئیاں کی تھیں وہ تجربہ گاہوں میں نہایت درجہ درست ثابت ہوئیں۔ اس ماڈل کی نظریاتی تعمیر میں ایک اور نظریہ نے بنیادی کردار ادا کیا۔ اس کا نام "Yang-Mill Field Theroy" ہے۔ ۱۹۵۰ء کی دہائی میں سلام صاحب اور آپ کے ایک ساتھی سائنس دان مسٹر

جے۔ سی۔ وارڈ نے پہلی مرتبہ "Yang-Mill Field Theroy" کی اہمیت برائے "Weak Nuclear Forces" کو محسوس کیا۔ ۱۹۶۲ء میں اسی ضمن میں سلام صاحب، وائن برگ (Wein Berg) اور گولڈ اسٹون (Gold Stone) نے ایک اہم ریاضیاتی مسئلہ حل کیا۔ اس حل شدہ مسئلہ اور Yang-Mills اقسام کے نظریات کی مدد سے ہگس Higgs، کبل (Kibble) اور دوسرے سائنس دانوں نے یہ معلوم کیا کہ "Yang-Mill Vector Particles" کا وزن کس طرح بڑھ جاتا ہے۔ اس آخری مہم کے سر ہونے کے بعد سلام صاحب اور وائن برگ نے اپنا تحقیقی کام مکمل کر کے "Electroweak Theory" پیش کردی۔

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب ۱۹۲۶ء میں پنجاب کے قصبے جھنگ کے ایک گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ایک نہایت متقی دیندار اور علم دوست انسان تھے۔ سلام صاحب کی تعلیمی صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرنے والی شخصیت آپ کے والد بزرگوار ہی تھے۔ ڈاکٹر صاحب گورنمنٹ کالج لاہور، سینٹ جانز کالج کیمرج اور کیونڈش لیبارٹری سے فارغ التحصیل تھے۔ موخر الذکر ادارے سے آپ نے ۱۹۵۲ء میں Ph.D کی سند حاصل کی۔ ۱۹۵۷ء میں امپیریل کالج لندن کے شعبہ طبیعات کے سربراہ مسٹر بلیکٹ (Blackett) نے آپ کو اپنے ہاں نظری طبیعات کا پروفیسر مقرر کیا اور درخواست کی کہ آپ امپیریل کالج میں ذراتی طبیعات کا گروپ قائم کریں۔ ۱۹۵۹ء میں آپ رائل سوسائٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔

آپ کی تمام علمی زندگی میں ایک راہنما اصول "Symmetry" تھا۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے شروع میں آپ نے گل مین اور دوسرے سائنس دانوں کے ساتھ مل کر ایک قسم کے بنیادی ذرات جن کو "Hadron" کہتے ہیں ان کی "Group - Theoretical Classification" کرنے پر زور دیا۔ آپ نے ایک اور ساتھی جان اسٹریتھ ڈی کے ساتھ مل کر "Symmetry" کی ایک اور تجدیدی قسم "Super Symmetry" پر گراں قدر اور مشہور کام کیا۔ ۷۵-۱۹۷۴ء میں آپ دونوں نے "Super Symmetry" سے متعلق ایک ریاضیاتی نظام وضع کیا جس کو "Super Space" کہا جاتا ہے۔

بہت سے لوگوں کو (بشمول کئی چوٹی کے ماہرین طبیعات) اس بات کا علم نہیں ہے کہ طبیعات کے مضمون میں کئی روز مرۃ تحقیقی استعمال میں آنے والی اصطلاحات سلام صاحب نے ہی بنائی تھیں۔ مثلاً

۱۔ "Electroweak Theory"،

۲۔ Astroparticle Physics،

۳۔ Super symmetry

۱۹۷۰ء کے عشرے کے وسط میں سلام صاحب اور رابرٹ ڈیلبورگو Robert Delbourgo نے پہلی مرتبہ آئن

سٹائن کے "عمومی نظریہ اضافیت" میں
"Possible violation of the Equivalence Principle due to the quantum effects of chiral fermions?
کا طریقہ وضع کیا۔ اس اہم کام کی مدد سے کشش ثقل کے بارے میں تحقیق کو مدد ملی۔ اس کام سے استفادہ کرتے ہوئے مشہور سائنس دان اسٹیفن ہاکنگ (Stphen Hawking) اور ان کے ساتھیوں نے Gravitational Instantons کے کام میں مدد حاصل کی۔

سلام صاحب اور آپ کے ایک ساتھی سائنس دان جوگیش پتی(Jogesh Pati) نے تین طاقتوں کو دو طاقتیں ثابت کرنے کیلئے اپنے نظریات پیش کئے ہوئے ہیں۔ اس تحقیق پر اور بھی سائنس دان کام کر رہے ہیں۔ "Electroweak Force" اور "Strong Nuclear Force" کے اس مجوزہ اتحاد میں پروٹان کو قابل فنا سمجھا جائے گا۔

اپنے کیریئر کے آغاز میں جب آپ نے پاکستان میں کچھ عرصہ کام کیا تو آپ دنیائے سائنس سے کٹ کر رہ گئے تھے۔ دوسروں کو اس قسم کے تکلیف دہ حالات سے بچانے کیلئے آپ نے ایک ایسے عالمی ادارہ سائنس کے قائم کرنے کا ارادہ کیا جہاں قومی اور سیاسی بندھنوں سے آزاد ہو کر سائنس دان ایک دوسرے کے کام سے فائدہ اٹھا سکیں نیز آپس میں مل سکیں۔ چنانچہ ۱۹۶۴ء میں انٹرنیشنل اٹامک انرجی ایجنسی اور حکومت اٹلی کے تعاون سے آپ کا خواب پورا ہوا اور انٹرنیشنل سنٹر فار تھیورٹیکل فزکس ITCP کے نام سے اٹلی کے شہر ٹریسٹ (TRIESTE) میں یہ ادارہ قائم ہوا۔ آپ ۱۹۶۴ء سے ۱۹۹۴ء تک اس ادارہ کے سربراہ رہے۔ اگر آپ ایک بلند پایہ سائنس دان نہ بھی ہوتے تو بھی صرف اس ادارہ کا قیام اور اس کی کرشمہ ساز سربراہی کرتے رہنا ہی آپ کا نام ہمیشہ زندہ رکھنے کیلئے کافی ہوتا۔ یہ ایک عظیم کارنامہ تھا۔ اس سنٹر نے دنیا کے بڑے حصے کو فیض پہنچایا ہے۔ کئی ممالک کے سماجی و سیاسی حالات اتنے خراب ہیں کہ بنیادی سائنس کو بالکل نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ سلام صاحب کے مرکز نے ایسے ممالک میں سائنس کی ترقی کیلئے بہت مفید خدمت سرانجام دی ہے۔ I T C P میں ہر ثقافت تہذیب و نظریہ کے طبیعات دان آتے اور آپس میں ملتے ہیں۔ امریکہ اور سوویت یونین کی سرد جنگ کے زمانے میں یہ ادارہ دنیا کے چند گنتی کے اداروں میں سے ایک تھا جہاں سوویت بلاک کے سائنس دان اپنی تحقیق سے متعلق مغربی ممالک کے سائنس دانوں سے ملاقات کر سکتے تھے۔ سلام صاحب کا فیض عالمی تھا۔ صرف سلام صاحب جیسا جواں مرد، بلند ہمت ذہین اور نظرانداز شدہ انسانیت کا دکھ محسوس کرنے والا انسان ہی اس ادارہ کے قیام اور بقا کی راہ میں حائل پہاڑ جیسی مشکلات کو اپنے قدموں کے نیچے روند سکتا تھا۔ ان امور سے متعلقہ سیاسی محاذ پر بھی آپ کو بہت جدوجہد کرنا

پڑی۔ اس مقصد کیلئے آپ نے کئی عظیم عالمی راہنماؤں سے کامیاب مذاکرات کئے۔ ان میں امریکہ کے صدر جان۔ ایف۔ کینڈی، چین کے راہنما چواین لائی۔ فرانس کے صدر فرانکوئس متراند Francois Miterand اور برطانیہ کی وزیر اعظم مارگریٹ تھیچر بھی شامل ہیں۔

ڈاکٹر صاحب ۲۴ ممالک کی اعلیٰ درجہ کی سائنسی سوسائٹیوں کے ممبر منتخب ہوئے۔ ان میں امریکہ اور سابق سوویت یونین کی سائنس کی اکیڈمیاں، رائل سویڈش اکیڈمی آف سائنس شامل ہیں۔ ۱۹۸۹ء میں آپ کو برٹش ایمپائر کا اعزازی Knight بنایا گیا۔ آپ کو ۴ براعظموں کے ۷ ممالک کے اہم قومی اعزازات عطا کئے گئے۔ ۲۸ ممالک نے آپ کو ۴۵ ڈاکٹریٹ کی اعزازی سندیں پیش کیں۔ امن عالم اور عالمی تعاون کیلئے خدمات انجام دینے کے اعتراف کے طور پر آپ کی خدمت میں ۹ تمغے پیش کئے گئے۔ ان میں ایٹم برائے امن کا انعام بھی شامل ہے۔

آپ نے تھرڈ ورلڈ اکیڈمی آف سائنسز بھی قائم کی اور ۱۹۹۴ء تک اس کے صدر بھی رہے۔

آخری سالوں میں آپ کو "Progressive Supranuclear Palsy" نامی اعصابی تکلیف ہوگئی۔ آپ نے زندگی میں کئی معرکے فتح کئے لیکن غالباً یہ علالت وہ واحد جنگ تھی جو آپ نہ جیت سکے۔ آپ نے بیماری کا سامنا نہایت صبر و سکون کے ساتھ کیا۔ آپ نے نہایت انکسار سے وہ تمام خدمات قبول فرمائیں جو آپ کو سائنس اور تیسری دنیا کی خدمت کیلئے اور بیماری کا مقابلہ کرنے کیلئے پیش کی گئیں۔

آپ سے ملاقات کرکے انسان آپ کی شخصیت کی جاذبیت اور بنی نوع انسان کیلئے محبت بھرے جذبات سے ضرور متاثر ہوتا۔ آپ ہر ایک سے دلی احترام سے پیش آتے۔ آپ ذہانت کے ساتھ پروئی ہوئی حس مزاح سے بھی مالا مال تھے۔ آپ بے حد مصروف انسان تھے پھر بھی دوسروں کو اپنا وقت اور توجہ فیاضی سے عطا کرتے۔ غالباً آپ جیسی عظیم ہستی کا انسانیت کیلئے یہ سب سے بڑا تحفہ تھا۔

بقیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت

ننگے رہو گے اور نہ پیاسے اور نہ دھوپ میں رہو گے۔ گویا جو نقشہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات کے نتیجہ میں تیار ہوگا اس کے مطابق کھانا، لباس، پانی اور مکان کا انتظام ہوگا۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوہ اور آپ کی تعلیمات سے مخلوق خدا اور بنی نوع انسان کی ہمدردی نظر آتی ہوتی ہے۔ اور اسی میں محبت الٰہی کا راز پنہاں ہے اور یہی وہ محبت ہے جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی۔

مجالس انصار اللہ ضلع لاہور کا سالانہ تربیتی پروگرام

(رپورٹ:۔ عبدالمالک "نمائندہ ماہنامہ انصار اللہ" لاہور

مجالس انصار اللہ ضلع لاہور کا سالانہ تربیتی پروگرام مورخہ ۳۰۔اپریل اور یکم مئی 1997ء کو دارالذکر لاہور میں منعقد ہوا۔ جس میں درس و تدریس اور تربیتی تقاریر ہوئیں۔ اس کی مختصر روئیداد مندرجہ ذیل ہے۔

افتتاحی اجلاس:۔ مورخہ ۳۰۔اپریل کو بعد نماز مغرب پہلا اجلاس زیر صدارت مکرم چوہدری اعجاز نصراللہ صاحب نائب امیر منعقد ہوا۔ تلاوت عہد و نظم کے بعد علمی مقابلہ جات تلاوت نظم، تقریر و مضمون نویسی ہوئے۔ ۱۱ بجے شب یہ اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

دوسرا اجلاس:۔ یکم مئی کو اجلاس سے قبل نماز تہجد اور نماز فجر، درس القرآن درس الحدیث اور درس ملفوظات کا پروگرام تھا۔ ۹ بجے صبح زیر صدارت مکرم میجر عبداللطیف صاحب اجلاس شروع ہوا۔ جس میں اطاعت امام، نوافل کی برکات اور صحبت صالحین کے موضوعات پر تقاریر ہوئیں بعدہ مکرم مولانا مبشر احمد صاحب کاہلوں ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد مقامی نے دعوت الی اللہ اور انصار اللہ کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے ایمان افروز واقعات سنائے۔ اس اجلاس کے دوران امتحان ذہانت بھی لیا گیا۔

تیسرا اجلاس:۔ تیسرا اجلاس مکرم چوہدری حمید نصراللہ صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں معروف صحافی مدیر لاہور مکرم ثاقب زیروی صاحب نے خطاب کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی زندگی کے ایمان افروز واقعات سنائے۔

اختتامی اجلاس:۔ اس تربیتی پروگرام کا اختتامی اجلاس سوا دو بجے بعد دوپہر مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان کی صدارت میں منعقد ہوا۔ ملک طاہر احمد صاحب ناظم انصار اللہ ضلع نے رپورٹ پیش کی۔ بعدہ صدر محترم نے اپنے خطاب میں مندرجہ ذیل امور کی طرف توجہ دلائی۔

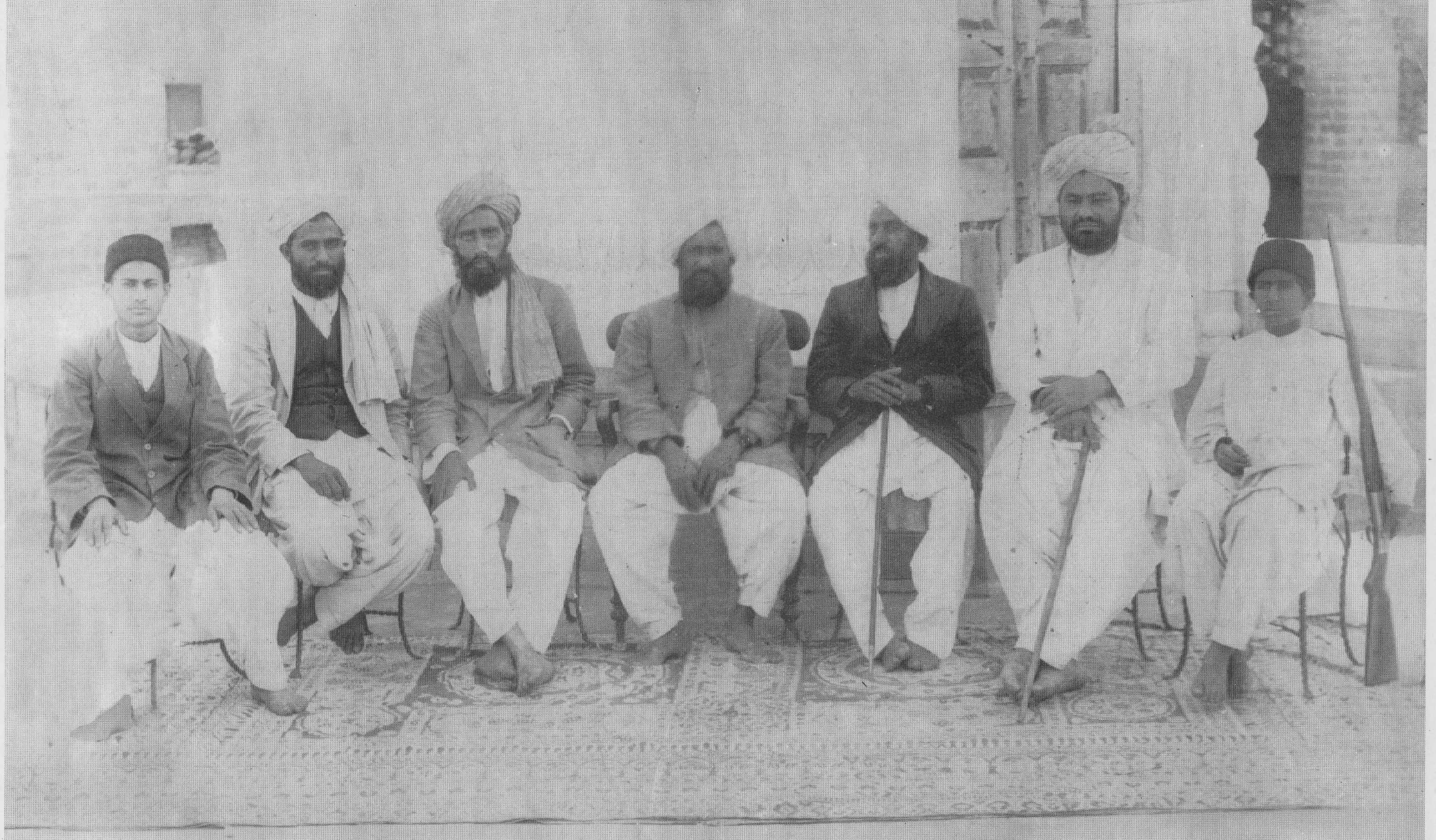
۱۔ انصار اللہ تعلیم القرآن کی طرف توجہ دیں۔ قرآن کریم خود سیکھیں اور دوسروں کو سکھائیں۔ گھروں میں تلاوت اک اہتمام کریں۔ MTA پر حضور کی ترجمۃ القرآن کلاس سے استفادہ کریں۔ ۲۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب کا مطالعہ کریں۔ یہ ایک بہت بڑا خزانہ ہے جس کے لئے متواتر اور مسلسل مطالعہ ضروری ہے۔ ۳۔ صحبت صالحین اختیار کریں اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ ۴۔ دعوت الی اللہ کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ اس کے بغیر ہماری زندگی کا مشن نامکمل ہے۔ آخر میں صدر محترم نے انعامات تقسیم کئے اور دعا کے ساتھ یہ دو روزہ تربیتی پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

ایک یادگار فوٹو



دائیں سے بائیں:۔ مکرم مصلح الدین سعدی صاحب ابن حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب
حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب۔ حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ہلالپوری۔ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب۔ مکرم برکت اللہ صاحب ابن حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب

ایک یادگار فوٹو



دائیں سے بائیں :- مکرم مصلح الدین سعدی صاحب ابن حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ۔ حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب ۔
حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب ۔ حضرت مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ہلالپوری ۔ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب ۔ مکرم برکت اللہ صاحب ابن حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب

نجات کے لئے محبتِ الٰہی

حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"...... معرفت کے بعد بڑی ضرورت نجات کے لئے محبتِ الٰہی ہے۔ یہ بات نہایت واضح اور بدیہی ہے کہ کوئی شخص اپنے محبت کرنیوالے کو عذاب دینا نہیں چاہتا بلکہ محبت محبت کو جذب کرتی اور اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جس شخص سے کوئی سچے دل سے محبت کرتا ہے اس کو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ دوسرا شخص بھی جس سے محبت کی گئی ہے اس سے دشمنی نہیں کر سکتا... اسی بناء پر کہا گیا ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے اور خدا کے نبیوں اور رسولوں میں جو ایک قوت جذب اور کشش پائی جاتی ہے اور ہزارہا لوگ ان کی طرف کھینچے جاتے اور ان سے محبت کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جان بھی ان پر فدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس کا سبب یہی ہے کہ بنی نوع انسان کی بھلائی اور ہمدردی اُن کے دل میں ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ ماں سے بھی زیادہ انسانوں سے پیار کرتے ہیں اور اپنے تئیں دکھ اور درد میں ڈال کر بھی ان کے آرام کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ آخر ان کی سچی کشش سعید دلوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتی ہے۔ پھر جبکہ انسان باوجودیکہ وہ عالم الغیب نہیں دوسرے شخص کی مخفی محبت پر اطلاع پالیتا ہے تو پھر کیونکر خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے کسی کی خالص محبت سے بے خبر رہ سکتا ہے۔ محبت عجیب چیز ہے اسکی آگ گناہوں کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلہ کو بھسم کر دیتی ہے۔ سچی اور ذاتی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہیں سکتا۔"

(چشمہ مسیحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۷۸-۳۷۹)

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

جون [illegible]

ایڈیٹر
نصر اللہ خان ناصر



حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب درد

(مضمون اندر کے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی..... کے سفر انگلستان ۱۹۲۴ء کا ایک یادگار فوٹو



بیٹھے ہوئے :۔ حضرت ملک غلام فرید صاحب ۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی ۔

کرسیوں پر :۔ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ۔ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ....
حضرت مولانا عبدالرحیم نیر صاحب ۔ حضرت مولانا ذوالفقار علی خاں گوہر صاحب ۔

کھڑے ہوئے :۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب ۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب ۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب
حضرت مولوی محمد الدین صاحب ۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب ۔ محترم عبدالرحمٰن مصری صاحب ۔ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ۔